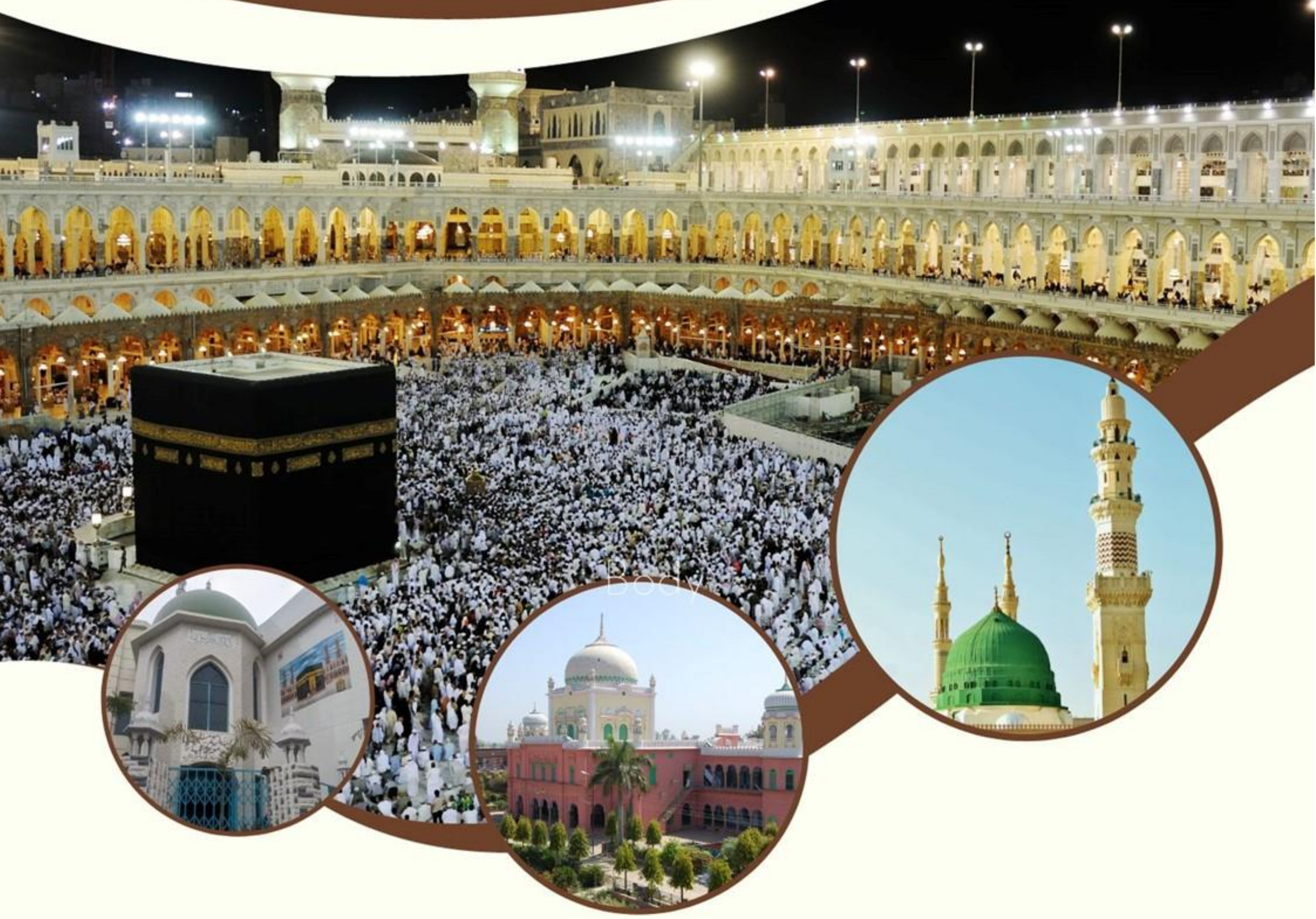
جامعہ عثمانیہ گلشن بلاک لاہور کا ترجمان مجلہ

نوائے خادم

شمارہ ربیع الثانی تا جمادی الثانی 1445 ہجری



زیر سرپرستی

حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

شائع کردہ: جمعیت طلباء عثمانیہ

Email: nawaekhadim@gmail.com

نوائے خادم شمارہ ربیع الثانی تا جمادی الثانی تا1445ہجری



نوائے خادِم اراکین

جمعیت طلباء عثمانیہ

جامعہ عثمانیہ




فہرست مضامین



اداریہ

محمد داؤدالرحمن علی (مدیر مجلہ نوائے خادم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمد و نصلی علی رسولہ الکریم امر بعد! السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ!

"مسجد اقصی اس مقدس مقام کا نام ہے جس سے اللہ تبارک وتعالی نے اپنے محکم کلام میں اس مقام ذی شان کو موسوم فرمایا ہے۔اہل اسلام کے ہاں مسجد اقصی کا غیر معمولی تقدس، ابتداء اسلام ہی سے ایک معروف حقیقت رہا ہے۔ہمارے عقیدہ کی رو سے زمین یہ کا بقعہ ان بے شمار انبیاء کا قبلہ ہے جو حضرت محمد ﷺ سے پہلے رہے۔خود حضور اکرم محمد ﷺ کا پہلا قبلہ یہی ہے۔مسجد اقصی دین اسلام میں، زمین کے اندر وہ تیسرا مقدس مقام ہے جس کی جانب رخت سفر باندھنا بجائے خود عبادت ہے۔

تاریخ میں "مسلم عروج وزوال" کی داستان کا عنوان اگر "بیت المقدس" ٹھہرا دیا جائے تو شاید غلط نہ ہو۔دیکھا جائے تو بیت المقدس ہماری دینی و دنیاوی حالت کو جانچنے کا ایک زبردست پیمانہ رہا ہے۔مکہ اور مدینہ ہمیشہ کے لیے خدا تعالی نے ویسے ہی ہمیں دے رکھے ہیں۔بد ترین سے بد ترین حالات میں بھی کبھی ان کے چھننے کا سوال پیدا نہیں ہوا اور نہ ان شاء اللہ کبھی ہو سکتا ہے، جو کہ اللہ سبحانہ وتعالی کا ہم پر بے حد بڑا فضل ہے۔تاہم ہمارا تیسرا مقدس ترین مقام بیت المقدس، پہلی بار جب یہ ہم سے چھنا تو ہم پر ایک رافضی آندھی چھائی ہوئی تھی۔عالم اسلام میں سنت مغلوب ہو چکی

تھی۔ جہاد ایک بھولا ہو سبق بن چکا تھا۔ بیت المقدس کے چھن جانے نے ہمیں پھر سے اپنی اصل بنیادیں یاد دلا دیں۔ امت اپنے علماء اور مجاہدین کے پیچھے کھڑی ہوئی اور چند عشروں میں بیت المقدس ہمیں واپس مل جانے کا معجزہ رونما ہو گیا۔

مسجد تو کوئی ہو، مسلمان کی جان ہے۔ پھر اس مسجد کے بارے میں کیا خیال ہے جس میں ہزاروں انبیاء کی پیشانیاں سرور دو عالم ﷺ کی تکبیر کی آواز پر ایک ساتھ جھکی ہوں اور جہاں نماز کرانے کو "امام ﷺ" لانے کے لیے جبریل علیہ السلام کو براق دے کر مکہ روانہ کیا گیا ہو! جس کے کھونٹے سے انبیاء کی سواریاں بندھتی ہوں، اور جہاں سب امتوں کے امام، سید البشر ﷺ کے مقتدی بن کر خالق انسانیت کی تعظیم کی ایک تقریب بے مثال منعقد کر چکے ہوں۔۔۔ ایسی مسجد ایک مسلمان کے لیے جان سے بھی بڑھ کر کیوں نہ ہو؟

ہزاروں انبیاء کی میراث کہ جس پر ایک یادگار رات، خاتم المرسلین ﷺ کی مہر امامت رہتی دنیا تک کے لیے ثبت کر دی جاتی ہے۔۔۔ آسمانی امتوں کی میراث جسے وصول کرنے کو خلیفۂ دوم مدینہ سے رخت سفر باندھ کر نفس نفیس بیت المقدس پہنچتے ہیں، نبیوں اور امتوں کی یہ مقدس میراث۔۔۔ آج اپنے اپنے "ملکوں" اور "صوبوں" اور "پانیوں" کے شور میں مسلم امت کو بھول جائے اور دنیا کی سب سے چھوٹی اور سب سے ذلیل قوم اٹھ کر، کرۂ ارض پر شرق تا غرب پھیلی اس امت بے مثال کو یہ سبق دینے لگے کہ مغضوب علیہم کے حق میں یہ اپنی اس میراث سے ہمیشہ کے لیے دستبردار ہو جائے؟ جس قوم پر خدا کی بار بار پھٹکار برسی، اور جس پر انبیاء لعنت کرتے گئے اور فساد فی الارض کے سوا رہتی دنیا کے لیے جس کا یہاں اب کوئی کردار باقی نہیں، صدیوں سے ضربت علیہم الذلّۃ این ماثقفوا کا مصداق بنی رہنے والی ایک جرائم پیشہ قوم کو امت اسلام اپنی یہ سجدہ گاہ بھی دے دے اور ساتھ پورا وہ ملک بھی دے دے جو اس مسجد میں صفیں باندھ کر خدائے واحد کی تعظیم اور کبریائی کرتا ہے! اقوام متحدہ کے دفتر میں اس سودے کی رجسٹری کرا کر آئے اور اپنے کچھ بد خصلت نمائندوں کو اس کے لیے اپنا وکیل کرے! اس سودے سے انکار کا نام "امن دشمنی" اور "دہشت گردی" اور "انسانیت کا چین ختم کرنا" رکھ دیا جائے۔

امن" اور "تہذیب" کی تعریف اب انبیاء نہیں کریں گے بلکہ تاریخ کا وہ بد قماش ٹولہ کرے گا جو نبیوں اور کلمۂ حق کہنے والے صدیقوں کا خون کرتا رہا۔۔۔! دنیا کے سب پڑھے لکھے سفیہ آج انہیں کے پیروکار ہیں، اور انہی کے لیے تالیاں پیٹنے پر مامور ہیں، بخدا آنے والے دن ایمان کا معرکہ لے کر آ رہے ہیں اور نہایت کمال معرکہ۔۔۔ انبیاء کا دم بھرنے والے ابھی نہ جانے جائیں تو کب جانے جائیں گے؟!

آنکھیں نہیں دراصل دل اوندھے ہو جاتے ہیں۔۔۔

کون کس کے گھر میں گھسا؟ کس نے کسی کی سجدہ گاہ چھینی؟ کون اپنے گھر میں اپنی سجدہ گاہ میں گھس آنے والے جارحیت پسندوں کو روکنے کے لیے "جرم وار" ہوا ہے؟ ذرا ایک نظر دیکھ تو لو، کون اپنے گھر کے اندر ہے اور اپنے گھر اور مسجد کی دیواریں تھام کر کھڑا ہے اور کون اپنے گھر سے باہر ہے اور "دوسرے" کے گھر میں کہرام برپا کیے ہوئے ہے اور "اس" کی مسجد گرانے کے درپے ہیں؟ یہ سب سوال غیر متعلقہ ہیں "امن" اور

"تہذیب" کی تعریف وہی جو خدا اور نبیوں سے جنگ روا رکھنے والی اس چرب زبان قوم سے صادر ہو جائے جو میڈیا کے اندر بولتی ہے اور جو انسانیت کے جملہ مسائل علم و حکمت پر آج واحد حجت تسلیم کی جاتی ہے!

آج ہمارے رہنما اور ہمارے دانشور ہیں جو گھر آئے دشمن کی ضیافتوں میں لگے ہیں، وہ دشمن جو اپنی ضیافت کے لیے ہماری قوم کے بڑوں سے ایسی بے تکلفانہ فرمائشیں تک پوری کرانے کا عادی ہو گیا ہے کہ یہ اس کو اپنے ان نوجوانوں کے سر تھالی میں رکھ کر پیش کریں جو آباء کی میراث پر آج بھی غیرت کھاتے ہیں اور ملت کے نام پر داغ لگے تو موت کو ترجیح دیتے ہیں! وہ بھی ایک یہود ہی تھا کا ایک قومی رہنما جس نے اپنی ملت کے سب سے بڑے محسن اور خیر خواہ یحیی علیہ السلام کا سر تھالی میں رکھ کر وقت کی ایک فاحشہ کو اپنے "حسن نیت" کے ثبوت کے طور پر پیش کیا تھا، کہ یہ نہ کہے یہ شخص اخلاص اور وفا میں سچا نہیں! وائے بربادی۔۔۔ "اخلاص" مگر کس کے لیے اور بھلا کس کے سر کی قیمت پر؟

برادران اسلام! سر زمین پاک پر چڑھ آنے والے صیہونی اپنے گھناؤنے ارادے اب روز بروز منکشف کرتے جا رہے ہیں۔ مسجد اقصی مبارک کی بابت ان کی خطرناک عزائم طشت از بام ہونے لگے ہیں۔۔۔ امت اسلام سے ہماری اپیل ہے کہ وہ ہر سطح پر اور ہر ہر نجی و قومی حیثیت میں مسجد اقصی کو بچانے کے لیے اٹھ کھڑی ہو اور اس کے لیے سب ممکنہ وسائل کو بروئے کار لائے۔ ہر مسلمان اس مسئلہ کو اٹھانے کے اندر اپنا کردار ادا کرے، اس کے لیے جو جو سرگرمیاں اختیار کی جا سکیں، عوامی اور ابلاغی سطح پر جو جو پروگرام اور منصوبے قابل عمل ہوں اور مسلم اقوام کے فعال عناصر اور وسائل کو اس مقصد کے لیے حرکت میں لانے کی جو جو صورتیں اور چینل میسر ہوں، سب کام میں لائے جائیں۔ انفرادی، اجتماعی اور قومی سطح پر تحریک اٹھائی جائے کہ ہم فلسطین والوں کی تائید میں فضا قائم ہو، جو کہ صیہونی دشمن کے سامنے آج دیوار بن گئے ہیں۔ اہل اسلام سے ہماری درخواست ہے کہ ہماری قوم کے لوگوں کو دشمن کے اس ظلم و تعدی کے مقابلے پر اور مسجد اقصا مبارک کے دفاع پر اس دشمن کے سامنے ثابت قدم رکھنے کے لیے مالی، اخلاقی اور سیاسی طور پر جو ممکن ہو مدد بہم پہنچائی جائے۔

بے شک ان کی مدد کو پہنچنا واجب ہے، ان کی نصرت فرض ہے اور تمام مسلمانوں پر لازم ہے۔ مسلمانوں نے آج اس موقعہ کو اگر غنیمت نہ جانا تو ان کو گنوا دینے پر انہیں مدتوں پچھتانا پڑ سکتا ہے کہ جس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ آج بیت المقدس میں جو ہو رہا ہے، امت کو اس سے بے خبر اور تفریح و تماشا میں ہی محو رہنے دینا امت اور امت کے مسائل کے حق میں مجرم بن جانے کے مترادف ہو گا۔



درس قرآن

حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

طریقہ تاسعہ

قرآن پاک میں تین مضمون ہیں، تربیت جسمانی، تربیت روحانی اور علم القصص، یہ تینوں فاتحہ میں موجود ہیں۔

تربیت جسمانی ''الحمد للّٰہ'' سے ''الدین'' تک...

تربیت روحانی ''ایاک نعبد'' سے... علم القصص ''صراط الذین'' سے...(از حضرت بہلویؒ)

طریقہ عاشرہ

چھ مضامین قرآن فاتحہ میں اجمالاً موجود ہیں۔ (۱) توحید (۲) رسالت (۳) قیامت (۴) احکام (۵) مطیعین کے احوال کا بیان (۶) عاصیین کے احوال کا بیان۔

توحید ''الحمدللّٰہ'' سے ''الرحیم'' تک۔۔۔ قیامت ''مالک یوم الدین'' میں ۔۔۔احکام ''ایاک نعبد وایاک نستعین'' میں۔۔۔ رسالت ''صراط الذین انعمت علیھم'' میں ۔۔۔ مطیعین ''انعمت علیھم'' میں۔۔۔عاصی و نافرمان کا بیان ''غیر المغضوب علیھم''الخ۔۔۔میں۔(علامہ شبیر احمد عثمانیؒ)

طریقہ حادی عشر

مضامین کے لحاظ سے قرآن پاک کے چار حصے ہیں جن میں خالقیت و ربوبیت باری، شہنشاہیت باری اور قیامت کا بیان ہے اور ہر حصہ **الحمد** سے شروع ہوتا ہے۔

حصہ اولیٰ ''فاتحہ'' سے ''مائدہ'' کے آخر تک...اس میں خالقیت باری کا بیان ہے۔

حصہ ثانیہ ''انعام'' سے ''بنی اسرائیل'' کے آخر تک...اس میں ربوبیت کا بیان ہے۔

حصہ ثالثہ ''کہف'' سے ''احزاب'' کے آخر تک...اس میں شہنشاہیت کا بیان ہے۔یعنی تختِ شاہی پر اللہ تعالیٰ خود متمکن ہے، **کما یلیق بشانہٖ!**

حصہ رابعہ ''سباء'' سے آخر تک...اس میں قیامت کا بیان ہے۔یہ چاروں مضامین سورۃ فاتحہ میں موجود ہیں۔

الحمد للّٰہ میں خالقیت کا بیان ہے کیونکہ یہاں عَلَم بول کر وصف مشہورہ مراد لی گئی ہے، وہ ہے خالق ہونا!!

رب العالمین میں ربوبیت کا بیان ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

الرحمٰن الرحیم میں شہنشاہیت کا بیان ہے، ضمناً، کیونکہ بادشاہی کے لائق وہی ہوتا ہے جس میں شفقت ورحمت ہوا پنی رعایا پر۔

مالک یوم الدین میں قیامت کا بیان ہے۔تغیر (الوانی) حضرت الشیخ حسین علی الوانی رحمہ اللہ

حضرت بہلوی رحمہ اللہ فرماتے تھے، قرآن پاک کا پہلا حرف **بسم اللہ** کی ''ب'' ہے اور آخری حرف **الناس** کی ''س'' ہے۔ان دونوں حرفوں کو ملائیں تو **بَس** بن جاتا ہے، اس کو اس طرح بیان کرتے تھے۔''اللہ بس باقی سب ہوَس!!''

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم

تعوذ میں چار چیزیں ہیں:

1) استعاذہ (پناہ مانگنا)
2) مستعیذ (پناہ مانگنے والا) (بندہ)
3) مُستعاذ بہ (جس کے ساتھ پناہ حاصل کی جائے) (اللہ تعالیٰ)

4) مستعاذ منہ (جس سے پناہ لینا مقصود ہو)(شیطان)۔

تلاوت سے پہلے تعوذ پڑھنا ضروری ہے۔

"قرأت القرآن فاستعذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم"

انسان کے دو دشمن ہیں۔ایک ظاہری... جن کے بارے میں حکم ہے

''قاتلو الذین لا یؤمنون باللّٰہ''

دوسرا باطنی

''ان الشّیطان لکم عدوًّا فاتخذوہ عدوًّا''

ظاہری دشمن کے خلاف ملائکہ مدد و نصرت کو بھیجے جاتے ہیں

''لقد نصرکم اللّٰہ فی مواطن کثیرةٍ'' (توبہ)

اور باطنی دشمن کے خلاف اللہ تعالیٰ خود مدد فرماتے ہیں

''ان عبادی لیس لک علیھم سلطانٌ''

جب انسان یہ سوچ کر کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم نفع دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے اور ہر قسم ضرر سے بچانے پر بھی قادر و مختار ہے اور میں ان میں سے کسی پر بھی قادر نہیں، اعوذ باللہ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے نفع پہنچاتے ہیں اور ضررِ شیطان سے بچاتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے، جو شخص صبح کو تین بار ''اعوذ باللّٰہ السمیع العلیم من الشیطاَن الرجیم'' اور سورۃ حشر کی آخری تین آیتیں ''ھو اللّٰہ الذی ''... (الخ) پڑھے، اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے مقرر فرماتے ہیں جو شام تک اس کیلئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ اسی طرح شام کو پڑھے تو صبح تک دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

عن معقل بن یسارٍ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہٗ من قال حین یصبح ثلاث مرّاتٍ اعوذ باللّٰہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم'' وقرأ ثلاث اٰیاتٍ من آخر سورۃ حشرٍ وکّل اللّٰہ سبعین الف ملکٍ یصلّون علیہ حتّٰی یمسی وان مات فی ذالک الیوم مات شھیدًا۔ (تفسیر کبیر)

عقدالجواہرات من خلاصتہ الصور والآیات



درس حدیث

حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

ولادتِ باسعادت

آپ ﷺ کی ولادت باسعادت عام الفیل ۲۰ ,اپریل ۵۷۱ء یکم جیٹھ ۶۲۸ بکرمی میں ہوئی۔ ربیع الاول کی ۲ یا ۳ یا ۹ یا ۱۲ تاریخ تھی اور موسم بہار تھا۔آپ ﷺ کی ولادت پر دایہ کے فرائض حضرت شفا نے ادا کئے جو حضرت عبد الرحمن بن عوف کی والدہ محترمہ تھیں۔آپ ﷺ کی ولادت کے ساتویں دن سر کے بال منڈوا کر اس کے وزن کے مطابق چاندی صدقہ کی گئی اور کئی اونٹ ذبح کر کے عقیقہ کیا گیا۔(طبقات)

آپ کے دادا نے آپ کا نام محمد اور والدہ نے احمد رکھا۔اسم محمد کے بارے میں سیرت حلبیہ سے کچھ لکھا جاتا ہے۔

اسمِ محمد ﷺ کے فضائل

اللہ تعالٰی نے اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر فرمایا میں محمد نام والے شخص کو جہنم میں نہیں جانے دوں گا۔

ایسا دستر خواں جس پر محمد نام والا شخص کھانا کھائے بابرکت ہو جاتا ہے۔

جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی بیوی کے حمل سے لڑکا پیدا ہو وہ اپنا ہاتھ اپنی حاملہ بیوی کے پیٹ پر رکھ کر کہے اگر اس حمل سے لڑکا پیدا ہوا تو اس کا نام محمد رکھوں گا تو اس کا لڑکا پیدا ہو گا۔

ایک عورت نے عرض کیا یارسول اللہ میرا لڑکا زندہ نہیں رہتا تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کا نام لے کر یہ فیصلہ کرو کہ جو لڑکا اللہ تعالیٰ تمہیں دے گا اُس کا نام محمد رکھو گی۔اس نے ایسا کیا تو اس کا لڑکا زندہ رہا۔یعنی اٹھراہ کا علاج ہے۔

کتابِ شفا میں ہے اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جن کا کام اس گھر کی حفاظت کرنا ہے جس میں رہنے والے کا نام محمد ہو۔

جو شخص یہ فیصلہ کرے کہ وہ اپنے گھر میں ہونے والے بچے کا نام محمد رکھے گا تو لڑکا پیدا ہو گا۔

جس مشورے میں محمد نامی شخص شریک ہو اس مشورہ میں خیر و بھلائی ہو گی۔

قیامت کو آواز لگے گی محمد اٹھو بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ تو تمام محمد نام والے شخص اٹھ کھڑے ہوں گے۔آپ ﷺ سے پہلے محمد نام کے آٹھ شخص گزرے ہیں۔ان میں سے تین تو آپ کے زمانہ میں تھے یعنی محمد بن ربیعہ، محمد بن حرث، محمد بن مسلمہ۔

اسمِ محمد کے یہ فضائل سیرتِ حلبیہ جلد نمبر ا صفحہ ۲۶۶ تا ۲۶۸ اردو دارالاشاعت کراچی سے نقل کئے ہیں تاہم ان کے ثبوت کے لئے قوی دلائل پیش نہیں کئے گئے۔

آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے مکہ میں قحط پڑا ہوا تھا،آپ ﷺ کی ولادت کی برکت سے بارش ہو گئی اور قحط ختم ہو گیا۔



قرآن دلوں کی صفائی کا ذریعہ

ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ دل زنگ آلود ہو جاتے ہیں جس طرح لوہا پانی لگنے سے زنگ آلود ہو جاتا ہے۔'' عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! ان کی چمک کس طرح آتی ہے؟آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''موت کو کثرت سے یاد کرنا اور قرآن کی تلاوت کرنا"۔(مشکوۃ المصابیح حدیث نمبر:2168)



ہے حمد تیری ہر ایک لب پر

کلام از نامعلوم

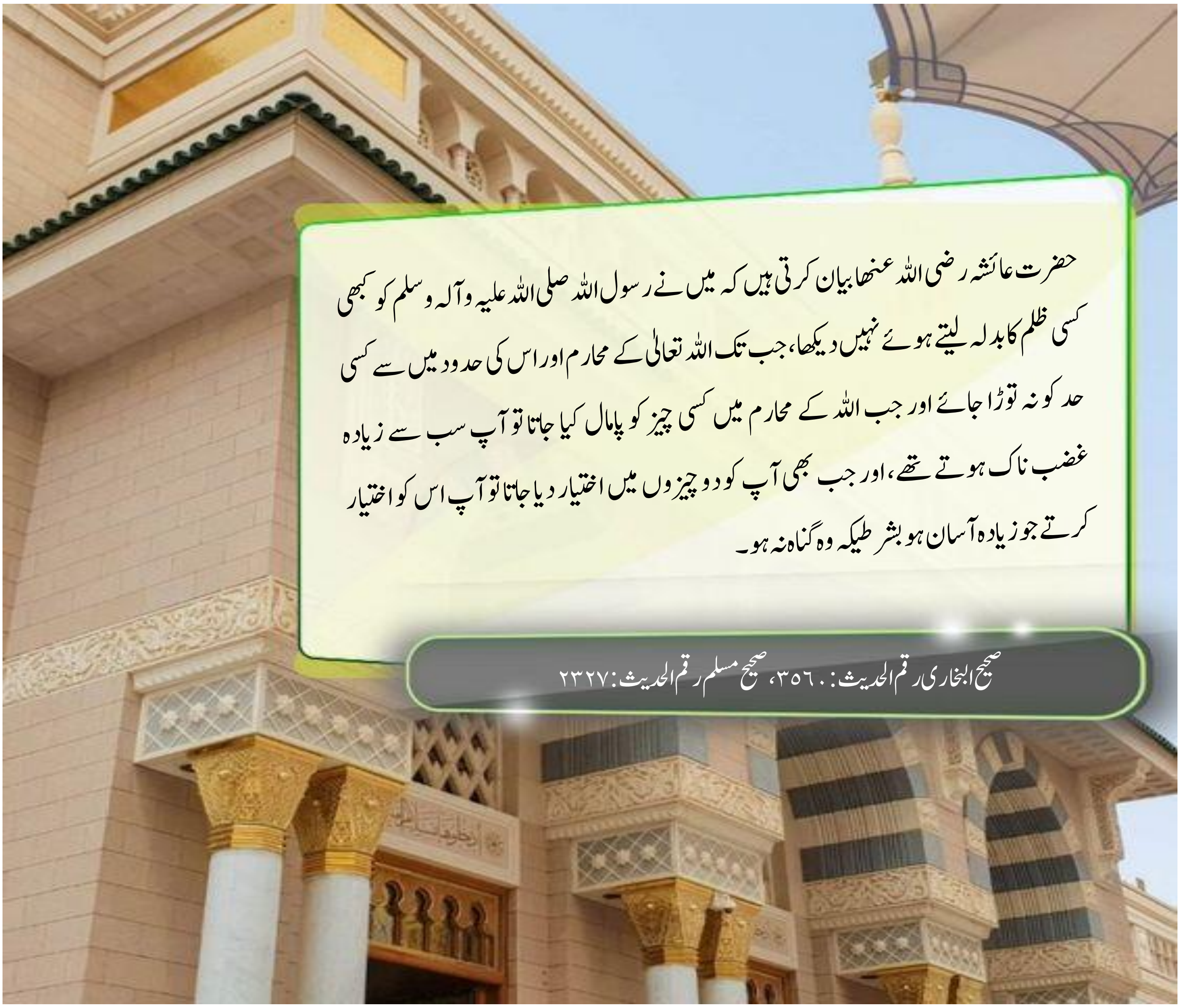
ہے ذات تیری سب سے منور
ہے وصف تیرا سب سے بلند تر
سب کا ہے مولا، سب سے ہے برتر
اللہ اکبر اللہ اکبر

اے عرش والے، اے فرش والے
جلوے ہیں تیرے سب سے نرالے
عالم میں روشن تجھ سے اُجالے
اللہ اکبر اللہ اکبر

جس کو دیا ہے تو نے دیا ہے
جس سے لیا ہے تو نے لیا ہے
قبضے میں تیرے، آخذ و عطا ہے
اللہ اکبر اللہ اکبر

تیرا ہی چرچا ہر چار سُو ہے
ہر شے میں تیری ہی رنگ و بو ہے
دیکھا جدھر وہاں تُو ہی تُو ہے
اللہ اکبر اللہ اکبر

اے ذات واحد، معبود تو ہے
مقصود تو ہے، مشہود تو ہے
ذرتی کو تیرے مقصود تو ہے
اللہ اکبر اللہ اکبر



حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی کسی ظلم کا بدلہ لیتے ہوئے نہیں دیکھا، جب تک اللہ تعالٰی کے محارم اور اس کی حدود میں سے کسی حد کو نہ توڑا جائے اور جب اللہ کے محارم میں کسی چیز کو پامال کیا جاتا تو آپ سب سے زیادہ غضب ناک ہوتے تھے، اور جب بھی آپ کو دو چیزوں میں اختیار دیا جاتا تو آپ اس کو اختیار کرتے جو زیادہ آسان ہو بشر طیکہ وہ گناہ نہ ہو۔

صحیح البخاری رقم الحدیث: ٣٥٦٠، صحیح مسلم رقم الحدیث: ٢٣٢٧



وہ ہے خیر البشر وہ ہے خیر الوریٰ

کلام: عزیز اللہ غالب

وہ ہے خیر البشر وہ ہے خیر الوریٰ
وہ ہے شمس الضحیٰ وہ ہے بدر الدجیٰ

پاک ہر عیب سے وہ ہے نور الہدیٰ
ان کے آنے سے دنیا ہوئی خوشنما

وہ شگفتہ بشر وہ حسین مہ جبین
سیّد الانبیاء خاتم المرسلین

ان سا کوئی نہ تھا ان سا کوئی نہیں
اُن کی عظمت پہ قرآن شاہد ہوا

ان کی مدحت میں یوں زندگی ہو بسر
نغمۂ مصطفیٰ گونجے شام و سحَر

جن کے نقش قدم سے ملی راہ گزر
ذی قدر معتبر رہبر و رہنما

سرور دو جہاں وہ ہیں صادق امین
رب کے محبوب ہیں لائے دین مبین

مرتبے میں بلند اوّلین آخَرین
جانِ من جانِ جاں خاتم الانبیاء

کوئی آیا نہیں مصطفیٰ کی طرح
کوئی دیکھا نہیں مجتبیٰ کی طرح

کوئی ثانی نہیں مرتضیٰ کی طرح
ان کی عظمت میں غالب لکھوں گا سدا



ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے اچھے سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ فرمایا کہ تمہاری ماں ہے۔ پوچھا اس کے بعد کون ہے؟ فرمایا کہ تمہاری ماں ہے۔ انہوں نے پھر پوچھا اس کے بعد کون؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری ماں ہے۔ انہوں نے پوچھا اس کے بعد کون ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تمہارا باپ ہے۔

صحیح بخاری: کتاب: اخلاق کے بیان میں، حدیث 5971



فضائل سیدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

مولانا محمد اکرم عثمانی صاحب

داماد رسول اکرم ﷺ، ناشر قرآن، پیکر حُسن اخلاق، پیکر نور وحیاء، پیکر جود وسخا، مظلوم مدینہ، خلیفہ سوم، امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی زندگی مبارک اسلام کا ایک درخشندہ باب ہے۔ سیدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے عظیم صفات سے مُتصف فرماکر صحابہ میں ممتاز فرمایا، جواُن ہی کا حصہ ہے۔ حیاکا ایسا پیکر تھے کہ فرشتے بھی آپ سے حیا کرتے تھے۔آپ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے دنیامیں جنت کی بشارت دی۔

نام ونسب:

آپ کا نام عثمان، کنیت ابوعبداللہ اور لقب ذوالنورین ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت پر نبی کریم ﷺ کے نسب مبارک سے جاملتاہے۔(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ ج۳ص۱۷۳،رقم الترجمۃ ۳۵۹۰،الاصابۃ ج۲ص۲۳۸،رقم الترجمۃ ۵۱۵۰)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی نانی بیضاء ام الحکیم آپ ﷺ کے والد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی سگی بہن اور آپ ﷺ کی سگی پھوپھو تھیں۔(فتح الباری، کتاب المناقب)

ولادت:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح قول کے مطابق آپ کی ولادت واقعہ فیل کے چھ سال بعد ہوئی۔(الاصابۃ ج۲ص۱۲۳۸)

لقب:

نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہ کی بدر کے موقع پر وفات کے بعد نبی کریم ﷺ نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کیا۔ اسی لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لقب ''ذوالنورین'' پڑ گیا۔(الاصابۃ ج۴ص۵۴)

یہ وہ فضیلت ہے جو آپ کے سوا کسی کو بھی حاصل نہیں ہے۔ امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور ﷺ تک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی شخص کے نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں نہیں آئیں۔

جب آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی سیدہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میری سو بیٹیاں ہوتیں تو میں ایک ایک کرکے عثمان کے نکاح میں دے دیتا۔(مرقاۃ شرح مشکوۃ ج11 ص231 باب مناقب عثمان بن عفان، الفصل الثالث)

قبول اسلام:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھنے کے فوراً بعد دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع فرمادیا تھا، جس کے نتیجے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ابتداء ہی میں اسلام قبول کر لیا۔ قبول اسلام میں آپ کا چوتھا نمبر ہے۔(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ ج۳ص۷۱۳)

ہجرت حبشہ:

اسلام کی روز بروز کی ترقی کو دیکھ کر مشرکین قریش غیظ و غضب کی آگ میں مشتعل ہو رہے تھے۔ اور مسلمانوں پر ظلم ستم کی پہاڑ توڑے جا رہے تھے۔ انہی لوگوں میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو آپ کے چچا نے باندھ کر آپ رضی اللہ عنہ کو مارا تھا۔ نبی کریم ﷺ کا حکم پاکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی۔(طبقات ابن سعد)

ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

"میری امت میں عثمان وہ پہلا شخص ہے جو اپنے اہل و عیال سمیت جلاوطن ہوا۔"(الاصابہ ج ۸)

ہجرت مدینہ:

جب نبی کریم ﷺ نے اصحاب رسول ﷺ کو ہجرت مدینہ کا حکم ارشاد فرمایا۔ حکم پا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے اہل و عیال سمیت مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے۔ مدینہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مہمان بنے۔(طبقات ابن سعد)

فضائل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ:

جنت میں رفیق

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لکل نبی رفیق ورفیقی فی الجنة عثمان"

"ہر نبی کا جنت میں ایک رفیق ہوگا اور میرا رفیق عثمان ہوگا۔"(جامع الترمذی ج2 ص689 مناقب عثمان بن عفان)

نبی کریم ﷺ کے نمائندہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ کو اپنا نمائندہ بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا۔(جامع ترمذی ج2 ص689 مناقب عثمان بن عفان)

نبی کریم ﷺ کا اپنی ہاتھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ کہنا:۔

بیعت رضوان کے موقع پر تو رسول کریم ﷺ نے اپنے داہنے ہاتھ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دے کر ارشاد فرمایا:

"هَذِهِ يَدُ عُثْمَانَ"

اس ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ کے اوپر رکھ کر فرمایا:

"ھذہ لعثمان"

یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت ہے۔(رواہ البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ورضی عنہم ومن صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوراہ من المسلمین فھو من اصحابہ، باب مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حدیث:3699)

امت کے سب سے رحم دل انسان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ:۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وأصدقُهُم حياءً عُثمانُ"

میری امت میں سب سے سچے حیادار عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔(رواہ الترمذی، کتاب المناقب، حدیث:3790)

فرشتوں کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حیا کرنا:۔

ایک موقع پر آپ ﷺ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

"أَلَا أَسْتَحِي مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحِي مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ"

اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔(رواہ مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر:2401)

شہادت کی بشارت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے، آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے، تو پہاڑ کانپنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

احد تھم جاؤ تمہارے اوپر نبی، صدیق اور دو شہید ہیں۔(صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب فی مناقب عثمان بن عفان ابی عمرو القرشی رضی اللہ عنہ، حدیث:۳۶۹۹)

جنت کی بشارت

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں داخل ہوئے اور مجھے اس کے دروازے پر رہنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ایک شخص آئے اور انہوں نے اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اجازت دے دو اور انہیں جنت کی بشارت بھی سنا دو"

میں نے دیکھا تو وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

پھر ایک اور شخص آئے اور انہوں نے اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اجازت دے دو اور انہیں جنت کی خوشخبری سنا دو"

میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔

پھر ایک اور شخص آئے اور انہوں نے اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ائذَنْ له و بشِّرْه بالجنةِ معها بلاءٌ يُّصيبُه"

اجازت دے دو اور انہیں جنت کی خوشخبری بھی سنا دو" اور انہیں آگاہ کرو کہ ان پر ایک مصیبت نازل ہوگی، میں نے دیکھا تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔(صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب الفتن التی تموج کموج البحر، حدیث نمبر:۷۰۹۷)

نصیحت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ:

"إنما بلغتم ما بلغتم بالاقتداء والاتباع فلا تلفتنكم الدنيا عن أمركم"

تم جس مقام پر پہنچے ہو وہ پہلوں کی تقلید سے پہنچے ہو خیال کرنا دنیا کہیں تمہیں حکم الٰہی سے دوسری طرف نہ پھیر دے۔(تاریخ طبری ج5ص45)

شہادت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کئی دنوں تک محصور رکھنے کے بعد 18 ذوالحجہ 35ھ کو شہید کیا گیا۔ رضی اللہ عنہ



فضائل ماہ صفر

محمد داؤد الرحمن علی

ماہ صفر اسلامی سال کا دوسرا قمری مہینہ ہے۔ یہ مہینہ انسانیت میں زمانہ جاہلیت سے ہی منحوس، آسمانوں سے بلائیں اترنے والا اور آفتیں نازل ہونے والا مہینہ سمجھا جاتا ہے، زمانۂ جاہلیت کے لوگ اس ماہ میں خوشی کی تقریبات (شادی، بیاہ اور ختنہ وغیرہ) قائم کرنا منحوس سمجھتے تھے۔ یعنی زمانہ جاہلیت سے لوگ صفر کے مہینے کے متعلق مختلف قسم کے توہمات کا شکار ہیں۔ اور آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بھی بہت سے مسلمان ماہ صفر کے بارے میں بڑی بدعقیدگی کا شکار ہیں، اور ان کے ذہنوں میں مختلف خیالات جمے ہوئے ہیں، اور جیسے ہی یہ مہینہ شروع ہوتا ہے، نادانوں کی جانب سے اس مہینے سے متعلق طرح طرح کی غلط فہمیوں پر مشتمل پیغامات پھیلائے جاتے ہیں۔

صفر کے مہینہ کو منحوس سمجھنا:

آج کل مسلمان اسلامی تعلیمات کی کمی کی وجہ سے اس ماہ مبارک کو منحوس سمجھتے ہیں۔ اور سوچتے ہیں اس ماہ مبارک میں بیماریاں، بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ حالانکہ سرکار دو عالم ﷺ نے اس کی نفی فرمائی ہوئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

چھوت چھات (بیماری کا دوسرے سے لگنے کا وہم) اور اُلو (کو منحوس سمجھنے) اور صفر (کے مہینہ کو منحوس سمجھنے) کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ (صحيح البخاري: (بَابُ لَا صَفَرَ، وَهُوَ دَاءٌ يَأْخُذُ البَطْنَ، رقم الحديث: 5717)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے واضح انداز میں توہم پرستی، چھوت چھات اور صفر کے مہینے کو منحوس سمجھنے کی نفی فرمائی ہے، لہذا کسی وقت اور زمانے میں کوئی نحوست اور برائی نہیں ہے۔

بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ابن آدم مجھے تکلیف پہنچاتا ہے، زمانے کو برا بھلا کہتا ہے، حالانکہ میں ہی زمانہ کا پیدا کرنے والا ہوں، میرے ہی ہاتھ میں تمام کام ہیں، میں جس طرح چاہتا ہوں رات اور دن کو پھیرتا رہتا ہوں۔ (صحيح البخاري: (رقم الحديث: 7491) صحيح مسلم: (رقم الحديث: 5863)

لہذا پتہ چلا کہ نحوست کی اصل وجہ زمانہ وغیرہ نہیں ہے، نہ کوئی دن منحوس ہے اور نہ کوئی مہینہ، بلکہ نحوست کی اصل وجہ انسان کے اپنے برے اعمال ہیں، جیسا کہ سورۃ الشوریٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

جو مصیبت بھی تم پر پڑتی ہے، وہ تمہارے کئے ہوئے اعمال کی وجہ سے ہوتی ہے۔ (سورۃ الشوریٰ: آیت نمبر: 30)

صفر میں شادی کی تقریبات منعقد نہ کرنا:

بعض لوگ صفر کے مہینے میں شادی بیاہ اور خوشی کی تقریبات منعقد نہیں کرتے، اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ صفر میں کی ہوئی شادی صفرِ (زیرو) اور ناکام ہو جاتی ہے، اور ربیع الاول کے مہینہ سے اپنی تقریبات شروع کر دیتے ہیں، اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ صفر کے مہینے کو نامبارک اور منحوس سمجھا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ شریعت میں سال کے بارہ مہینوں اور دنوں میں کوئی مہینہ یا دن ایسا نہیں جس میں نکاح کی تقریب مکروہ اور ناپسندیدہ ہو یا اس میں نکاح منحوس اور شادی ناکام ہو جاتی ہو۔

ماہِ صفر کے آخری بدھ کو ایک مخصوص طریقے سے ادا کی جانے والی نماز کا حکم

ماہ صفر کے آخری بدھ کو نماز ادا کی جاتی ہے، جس کی ادائیگی کا ایک مخصوص طریقہ یہ بیان کیا جاتا ہے، کہ ماہِ صفر کے آخری بدھ دو رکعت نماز، چاشت کے وقت، اس طرح ادا کی جائے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ دو آیتیں پڑھیں اور دوسری رکعت

میں سورۂ فاتحہ کے بعد **قُلِ ادْعُوا اللهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ** دو آیتیں پڑھیں اور سلام پھیرنے کے بعد نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں اور دعا کریں۔

اس طریقۂ نماز کی تخریج کے بعد حضرت علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

"اس قسم کی مخصوص طریقوں سے ادا کی جانے والی نمازوں کا حکم یہ ہے کہ اگر اس مخصوص طریقہ کی شریعت میں مخالفت موجود ہو تو کسی کے لیے ان منقول طریقوں کے مطابق نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے اور یہ مخصوص طریقے والی نماز شریعت سے متصادم نہ ہو تو پھر ان طریقوں سے نماز ادا کرنا مخصوص شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے جائز ہے، ورنہ جائز نہیں۔

وہ شرائط یہ ہیں:

1) اِن نمازوں کو ادا کرنے والا اِن کے لیے ایسا اہتمام نہ کرے، جیسا کہ شرعاً ثابت شدہ نمازوں (فرائض وواجبات وغیرہ) کے لیے کیا جاتا ہے۔
2) ان نمازوں کو شارع علیہ السلام سے منقول نہ سمجھے۔
3) ان منقول نمازوں کے ثبوت کا وہم نہ رکھے۔
4) ان نمازوں کو شریعت کے دیگر مستحبات وغیرہ کی طرح مستحب نہ سمجھے۔
5) ان نمازوں کا اس طرح التزام نہ کیا جائے جس کی شریعت کی طرف سے ممانعت ہو۔ جاننا چاہیے کہ ہر مباح کام کو جب اپنے اوپر لازم کر لیا جائے، تو وہ شرعاً مکروہ ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ موجودہ زمانے میں ایسے افراد معدوم (نہ ہونے کے برابر) ہیں جو مذکورہ شرائط کی پاسداری رکھ سکیں اور شرائط کی رعایت کیے بغیر ان نمازوں کو ادا کرنے کا حکم اوپر گذر چکا ہے کہ یہ عمل "نیکی برباد، گناہ لازم" کا مصداق تو بن سکتا ہے، تقرب الی اللہ کا نہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے مخصوصۃ، القول الفیصل في هٰذا المقام: 5/103، 104، ادارۃ القرآن کراتشي)

ماہِ صفر کے آخری بدھ کو روزہ رکھنے کا شرعی حکم:

صفر کے آخری بدھ کو روزہ رکھنا بالکل غلط اور بے اصل ہے، اس (روزہ) کو خاص طور سے رکھنا اور اس پر ثواب کا عقیدہ رکھنا بدعت اور ناجائز ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم سے کسی ایک ضعیف حدیث میں (بھی) اس کا ثبوت بالالتزام مروی نہیں اور یہی دلیل ہے اس کے بطلان وفساد اور بدعت ہونے کی، کیونکہ کوئی عبادت ایسی نہیں، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم کرنے سے بخل کیا ہو۔ (امداد المفتین: فصل في صوم النذر وصوم النفل، ص: 416، دار الاشاعت)

صفر کے آخری بدھ میں عمدہ کھانا پکانا:

سوال: ماہِ صفر کے آخری بدھ کو بہترین کھانا پکانا درست ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ماہِ صفر کے آخری بدھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض سے شفاء ہوئی تھی، اس خوشی میں کھانا پکانا چاہیے، یہ درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: یہ غلط اور من گھڑت عقیدہ ہے؛ اس لیے ناجائز اور گناہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (احسن الفتاویٰ، کتاب الایمان والعقائد، باب فی رد البدعات: 360/1، ایچ ایم سعید)

صفر المظفر کے آخری بدھ کو خوشی منانے کی شرعی حیثیت

سوال: جناب مفتی صاحب! بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ کچھ لوگ ماہِ صفر المظفر کے آخری بدھ کو خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض سے شفاء ہوئی تھی اور اس دن بلائیں اوپر چلی جاتی ہیں؛ اس لیے اس دن خوشیاں مناتے ہوئے شیرینی تقسیم کرنی چاہیے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ماہِ صفر میں اس عمل کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب: ماہِ صفر المظفر کو منحوس سمجھنا خلافِ اسلام عقیدہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے، اس ماہِ مبارک میں نہ تو آسمان سے بلائیں اترتی ہیں اور نہ اس کے آخری بدھ کو اوپر جاتی ہیں اور نہ ہی امام الانبیاء جنابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن مرض سے شفاء یابی ہوئی تھی؛ بلکہ موٴرخین نے لکھا ہے کہ ۲۸/صفر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تھے، مفتی عبدالرحیم فرماتے ہیں:

"مسلمانوں کے لیے آخری چہار شنبہ کے طور پر خوشی کا دن منانا جائز نہیں۔

"شمس التواریخ" وغیرہ میں ہے کہ ۲۶/صفر ۱۱ھ دوشنبہ کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو رومیوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا اور ۲۷/صفر سہ شنبہ کو اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ امیرِ لشکر مقرر کیے گئے، ۲۸/صفر چہار شنبہ کو اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو چکے تھے؛ لیکن اپنے ہاتھ سے نشان تیار کر کے اُسامہ کو دیا تھا، ابھی (لشکر کے) کوچ کی نوبت نہیں آئی تھی کہ آخر چہار شنبہ اور پنج شنبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت خوفناک ہو گئی اور ایک تہلکہ سا مچ گیا، اسی دن عشاء سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے پر مقرر فرمایا۔ (شمس التواریخ: 1008/2)

اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ۲۸/صفر کو چہار شنبہ (بدھ) کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں زیادتی ہوئی تھی اور یہ دن ماہِ صفر کا آخری چہار شنبہ تھا، یہ دن مسلمانوں کے لیے تو خوشی کا ہے ہی نہیں؛ البتہ یہود وغیرہ کے لیے شادمانی کا دن ہو سکتا ہے، اس روز کو تہوار کا دن

ٹھہرانا، خوشیاں منانا، مدارس وغیرہ میں تعظیم کرنا، یہ تمام باتیں خلافِ شرع اور ناجائز ہیں''۔(فتاویٰ حقانیہ، کتاب البدعۃ والرسوم:84/2، جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، وکذافی فتاویٰ رحیمیہ، ما یتعلق بالسنۃ والبدعۃ:68،69/2، دارالاشاعت)

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ اپنی تالیف ''سیرت المصطفیٰ'' میں لکھتے ہیں کہ

''ماہِ صفر کے اخیر عشرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار شب کو اُٹھے اور اپنے غلام ''ابو مویہبہ'' کو جگایا اور فرمایا کہ مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ اہلِ بقیع کے لیے استغفار کروں، وہاں سے واپس تشریف لائے تو دفعۃً مزاج ناساز ہو گیا، سر درد اور بخار کی شکایت پیدا ہو گئی۔ یہ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ تعالی عنہا کی باری کا دن تھا اور بدھ کا روز تھا''۔(سیرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، علالت کی ابتداء:156/3، کتب خانہ مظہری، کراچی)

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ''صفر/۱۱ ہجری میں آدھی رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع میں جو عام مسلمانوں کا قبرستان تھا، تشریف لے گئے، وہاں سے واپس تشریف لائے تو مزاج ناساز ہوا، یہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن تھا اور روز چہار شنبہ تھا''۔(سیرۃ النبی:115/2، اسلامی کتب خانہ)

اسی کے حاشیہ میں ''علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ''لکھتے ہیں:

''اس لیے تیرہ(۱۳) دن مدتِ علالت صحیح ہے، علالت کے پانچ دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری ازواج کے حجروں میں بسر فرمائے، اس حساب سے علالت کا آغاز چہار شنبہ (بدھ) سے ہوتا ہے''۔(حاشیہ سیرۃ النبی:114/2، اسلامی کتب خانہ)

سیرۃ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم یں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''۲۸/صفر ۱۱ ہجری چہار شنبہ کی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان بقیعِ غرقد میں تشریف لے جا کر اہلِ قبور کے لیے دعاءِ مغفرت کی اور فرمایا:

اے اہلِ مقابر تمہیں اپنا حال اور قبروں کا قیام مبارک ہو، کیوں کہ اب دنیا میں تاریک فتنے ٹوٹ پڑے ہیں، وہاں سے تشریف لائے تو سر میں درد تھا اور پھر بخار ہو گیا اور بخار صحیح روایات کے مطابق تیرہ روز تک متواتر رہا اور اسی حالت میں وفات ہو گئی''۔(سیرت خاتم الانبیاء، ص:126، مکتبۃ المیزان، لاہور)۔

ماہ صفر المظفر میں پاکستان کے بعض علاقوں میں چوری کی رسم:

پاکستان کے بعض علاقوں مثلاً صوبہ خیبر پختونخوا میں ماہ صفر کے آخری بدھ کو چوری بنائی جاتی ہے، اور اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت یابی کی خوشی میں صفر کے آخری بدھ کو چوری بنائی تھی۔

واضح رہے کہ چوری بنانانہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے، اور نہ آثار اور کتب فقہ سے، لہذا اس کو ثواب کی نیت سے بنانا بدعت سیئہ ہے اور رواج کی نیت سے بنانا رسم قبیحہ ہے، اور تاریخی روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ ماہ صفر کے آخری بدھ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری بڑھ گئی تھی، اور یہودِ خیبر نے اس دن خوشیاں منائی اور دعوتیں تیار کی تھیں، لہذا یہ طریقہ بدعت ہے، اس اجتناب کرنا چاہیے۔(فتاویٰ حقانیۃ: 2/46، ط: دارالعلوم حقانیۃ، فتاویٰ فریدیۃ: 1/296، 297، 298، ط: دارالعلوم صدیقیۃ، زروبی)

ماہ صفر کے بارے میں موضوع اور من گھڑت روایت:

بہت سے احباب ایک من گھڑت روایت پر استدال کرتے ہوئے ماہ صفر کو "منحوس" قرار دیتے ہیں اور یہ الفاظ بیان کرتے ہیں۔

"مَنْ بَشَّرَنِيْ بِخُرُوْجِ صَفَرَ، بَشَّرْتُه بِالْجَنَّةِ"

ترجمہ: "جو شخص مجھے صفر کے مہینے کے ختم ہونے کی خوش خبری دے گا، میں اُسے جنت کی خوش خبری دوں گا"۔

یہ حدیث موضوع ہے اس کو ائمہ حدیث نے من گھڑت قرار دیا ہے۔

ملا علی القاري رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مَنْ بَشَّرَنِيْ بِخُرُوْجِ صَفَرَ، بَشَّرْتُه بِالْجَنَّةِ" لَا أَصْلَ لَه". (الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة المعروف بالموضوعات الكبرىٰ، حرف الميم، رقم الحديث: 2، 324/437، المكتب الإسلامي)

علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی رحمہ اللہ ملا علی قاری رحمہ اللہ کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں کہ

مَنْ بَشَّرَنِيْ بِخُرُوْجِ صَفَرَ، بَشَّرْتُه بِالْجَنَّةِ" قال القاري في الموضوعات تبعاً للصغاني: "لَا أَصْلَ لَه". (كشف الخفاء و مزيل الإلباس، حرف الميم، رقم الحديث: 2418، 538/2، مكتبة العلم الحديث)

شیخ الاسلام محمد بن علی الشوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مَنْ بَشَّرَنِيْ بِخُرُوْجِ صَفَرَ، بَشَّرْتُه بِالْجَنَّةِ" قال الصغاني: "موضوع". وكذا قال العراقي. (الفوائد المجموعة في أحاديث الضعيفة والموضوعة للشوكاني، كتاب الفضائل، أحاديث الأدعية والعبادات في الشهور، رقم الحديث: 1260، ص: 545، نزار مصطفىٰ الباز، مكة المكرمة)

اگران روایات پر غور کیا جائے تو ایک بات ملتی ہے کہ "**لَا أَصْلَ لَه**" کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔

اسی طرح علامہ محمد طاہر پٹنیؒ اور امام رضی الدین صغانیؒ نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ علامہ محمد طاہر پٹنی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وكذا (أي: موضوع) "مَنْ بَشَّرَنِيْ بِخُرُوْجِ صَفَرَ، بَشَّرْتُه بِالْجَنَّةِ" قزويني، وكذا قال أحمد بن حنبل: اللآلئ عن أحمد ومما تدور في الأسواق ولا أصل له. (تذكرة الموضوعات للفتني، ص:116، كتب خانه مجيديه، ملتان)

امام رضی الدین صغانی لکھتے ہیں:

موضوع احادیث میں سے بعض احادیث یہ ہیں پھر اس کے تحت انہوں نے کئی موضوع روایتوں کو ذکر کیا ہے، اُنہیں میں سے ایک زیر بحث روایت بھی ہے۔(الموضوعات للصغاني: ص: 61، ط: دار المأمون للتراث)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ:

میں نے ایسے لوگوں کے بارے میں دریافت کیا جو ماہِ صفر میں سفر نہیں کرتے (یعنی: سفر کرنا درست نہیں سمجھتے) اور نہ ہی اس مہینے میں اپنے کاموں کو شروع کرتے ہیں، مثلاً: نکاح کرنا اور اپنی بیویوں کے پاس جانا وغیرہ اور اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان "کہ جو مجھے صفر کے مہینے کے ختم ہونے کی خوش خبری دے گا، میں اُسے جنت کی بشارت دوں گا" سے دلیل پکڑتے ہیں، کیا نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانِ مبارک (سند کے اعتبار سے) صحیح ہے؟ اور کیا اس مہینے میں نحوست ہوتی ہے؟ اور کیا اس مہینے میں کسی کام کے شروع کرنے سے روکا گیا ہے؟

جواب ملا کہ ماہِ صفر کے بارے میں جو کچھ لوگوں میں مشہور ہے، یہ کچھ ایسی باتیں ہیں جو اہلِ نجوم کے ہاں پائی جاتیں تھی؛ جنہیں وہ اس لیے رواج دیتے تھے کہ ان کا وہ قول ثابت ہو سکے، جسے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے تھے؛ حالاں کہ یہ صاف اور کھلا ہوا جھوٹ ہے (۵/۴۶۱)۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ اسلام کی صحیح معنوں میں سمجھ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین



امن عالم سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی

محمد علی شیر

نوٹ: یہ تقریر جامعہ عثمانیہ گلشن بلاک لاہور میں منعقدہ عظیم الشان مقابلہ تقریر بعنوان **"امن عالم سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں"** بقلم محمد علی شیر طالب علم مدرسہ معھد التربیتہ الاسلامیہ رائے ونڈ روڈ لاہور درجہ رابعہ، اول انعام کی مستحق قرار پائی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرے واجب الاحترام علماء کرام، طلباء عزام السلام علیکم !

آج میں آپ حضرات کے سامنے جن جواہرات تکلم کی ضوفشانی کرنے کی جسارت کر رہا ہوں وہ ہے "امن عالم سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں"۔

سامعین مکرم ! میرا موضوع دراصل دو اجزاء پر مشتمل ہے۔(1) امن عالم اور (2) سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں۔(1) امن عالم میں "امن" امن سے مشتق ہے جس کا معنی خوف سے محفوظ ہونے کے آتے ہیں۔اور عالم کے لغوی معنی "جہاں" یعنی کائنات کے ہیں۔(2) سیرت طیبہ ﷺ میں سیرت کے لغوی معنی کسی کارکردگی پر کارناموں کو احاطہ کرنے کے آتے ہیں طیبہ کے لغوی معنی "پاک" یعنی گناہوں سے بچنے والی پاکیزہ چیز کے آتے ہیں۔میں اپنے عنوان کو گویا کہ سمندر کو کوزے میں بند کرتے ہوئے یوں کہوں تو بے جانہ ہو گا کہ عالم کی بقاء واستحکام سیرت النبی ﷺ کی ہی مرہون منت ہے۔

سامعین محترم! امن عالم کو ہر معاشرے کی منزل مقصود اور ترقیاتی جد وجہد میں ایک مرکزی ستون کی حیثیت حاصل ہے۔ ایک اسلامی معاشرے میں امن وامان ہی بنیادی تعلیمات کا حصہ ہوتے ہیں۔ اور بدامنی کے اسباب میں مرکزی سبب حقوق کی پامالی ہے اور سیرت طیبہ ﷺ ہی ان تمام حقوق انسانی کی حقیقی محافظ وضامن ہے۔

سامعین گرامی! آپ ﷺ کی تشریف آوری سے قبل بدامنی کی جو کیفیت تھی اس کی ایک جھلک آپ کے سامنے رکھنا چاہتاہوں کہ اسلام کی آمد سے قبل دنیاپر جہالت کے اندھیرے چھائے ہوئے تھے۔ ظلم اور بربریت کا دور دورہ تھا۔ عالم میں امن وامان نام کی کوئی چیز دور دور تک دکھائی نہیں دیتی تھی۔ حقوق کی پامالی اس قدر تھی کہ کسی ایک کی چھوٹی سی حق تلفی پر سال ہاسال قبائل در قبائل جنگ جاری رہتی تھی۔

کبھی رنگ ونسل کے نام پر کبھی زبان وتہذیب کے عنوان پر، تو کبھی وطنیت اور قومیت کی آڑ میں انسانیت بے شمار گھروں میں بٹ چکی تھی۔ جس وجہ سے ہر موقع ومکان پر ٹکراؤ ہی ٹکراؤ نظر آتا تھا۔ گویا کہ انسانیت سسکیاں لے رہی تھی، ڈاکہ زنی اور چوری جیسے کام بھی ایک امتیازی حیثیت حاصل کر چکے تھے جیسے سلیکہ نامی عرب کا مشہور شاعر تھا جس کی شاعری کا تمام تر سرمایہ اور چوری اور حیلہ گری تھا۔

علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب سیرت النبی ﷺ ج اول صفحہ 84، 85 پر لکھاہے کہ دنیاپہ اس قدر جہالت چھاچکی تھی کہ عالم میں امن تو درکنار ان کے پاس اپنی تہذیب وتمدن میں بولنے کے لیے چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لیے الفاظ تک موجود نہ تھے اگر صرف معاشی صورتحال کو دیکھا جائے تو سکہ کے لیے ایک لفظ بھی موجود نہ تھا۔ درہم اور دینار دونوں غیر زبان کے الفاظ اپنی زبان میں استعمال کیا کرتے تھے۔

اگر میں تاریخ کے اوراق کو کھنگال کر دیکھوں تو علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ اپنی کتاب سیرت النبی ﷺ ج دوم کے صفحہ پر لکھتے نظر آتے ہیں کہ اجتماعیت نام کی کوئی چیز وجود میں نہ تھی جس طرح ہر ایک کا اپنا اپنا گھر تھا اسی طرح ہر ایک کا اپنا اپنا خدا تھا۔ اس حالت میں جب لوگ وکنت علی شفا حفرۃ من النار جو جہنم کے کنارے پر کھڑے تھے ان کو جنت کے بالاخانوں کا مالک بنانے کے لیے، عالم میں امن پیدا کرنے کے لیے، عالم کو روشن کرنے کے لیے، عالم سے بدامنی اور اس کے اسباب کو ختم کرنے کے لیے، اللہ تعالی نے اس کائنات میں اس جہاں میں اپنے پیارے محبوب حضور کو بھیجا۔

صدر عالی وقار! آفتاب حق کی کرنیں ان کثیف بادلوں میں سے چھن چھن کر ان لوگوں کے دلوں پر پڑیں، جنہوں نے عالم کا امن برباد کر دیا تھا، درندگی اس انتہا کو پہنچ چکی تھی کہ اپنی حقیقی بچیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا، حیوانوں کی سی زندگی بسر کر رہے تھے۔ یکایک خالق لم یزل کی رحمت کو جوش آیا تو اپنے حبیب کی کرنوں سے اس عالم کو منور کر دیا۔

بخاری شریف ذکر اسلم میں موجود ہے کہ حضور ﷺ کی محنت سے حجاز میں جن قبائل کا پیشہ چوری تھا وہ تائب ہو کر مسلمان ہو گئے۔ ہاں ہاں اسی حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے ایک انگریز مؤرخ اپنی کتاب لائف آف مارگولیوس صفحہ 471 پر لکھاہے جو کہ والفضل ماشھدت بہ الاعداکا

واضح نمونہ ہے کہ جب محمد اس دنیا سے گئے ایک ایسی سلطنت کی بنیاد ڈال چکے تھے کہ عرب کے منتشر قبائل کو ایک بنیاد بنا دیا تھا۔ان میں ایک رشتہ قائم کر دیا تھا جو خاندانی رشتوں سے زیادہ مستحکم اور مستقل نظر آتا تھا۔جو جہنم کے کنارے پر کھڑے تھے وہ جنت کے مالک بن گے،جو ایک دوسرے کی جان کے دشمن تھے وہ ایک دوسرے سے محبت کرنے والے بن گئے۔

سامعین مکرم!میرا یہ دعوی ہے کہ اسلام و سیرت طیبہ ﷺ ہی امن عالم کا حقیقی ضامن ہے اور میں اس دعوی پر دلائل رکھتا ہوں۔

بخاری شریف صفحہ 1027 پر موجود ہے کہ حضرت عمر اسلام لانے سے پہلے اپنے چچازاد بھائی جو اسلام لا چکے تھے سعید بن زید پر ظلم و ستم کیا کرتے تھے۔لیکن جب خود اسلام قبول کیا تو جان لینے کے بجائے جان دینے والے بن گئے۔کسی نے اسی موقع کے لیے کہا تھا

سودے کے لیے بازار گئے ہم
اس کے بکے جس کے خریدار گئے ہم

فضائل اعمال حکایات صحابہ میں موجود ہے جو لوگ اسلام لانے سے پہلے ایک دوسرے کی جان کے دشمن تھے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے وہ اسلام لانے کے بعد ایک دوسرے سے پہلے پانی پینے کو تیار نہیں حتی کہ شہید ہو گئے۔

کتاب خلاصۃالوفاء صفحہ 85 پر موجود ہے کہ اسلام سے قبل انصار میں خانہ جنگیوں کا ایسا خطرناک سلسلہ شروع ہو چکا تھا کہ اسلام نہ آتا تو قوم یقیناً صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہو چکی ہوتی۔

کتاب سیرت الصحابہ جلد سوم صفحہ 81 انصار اسلام لانے کے بعد جان لینے کے بجائے جان دینے والے بن گئے۔

یہ سب کچھ کیونکر ممکن ہوا کیونکہ سیرت طیبہ ﷺ ہی انسانی حقوق کی اصل محافظ ہے آج اگر عالم میں امن چاہتے ہیں تو آپ ﷺ کی سیرت طیبہ یعنی پاکیزہ سیرت کی پیروی کرنی پڑے گی۔

امن کے لازوال تحفے کا حصول اسلامی نظام کے احیاء بطرز خلافت راشدہ میں ہی مضمر ہے۔تو آیئے ہم اس عظیم الشان مشن یعنی امن عالم کے لیے اپنا اپنا کردار ادا کریں۔



امت مسلمہ سے سب سے پہلے اٹھائی جانے والی عبادت

عصمت اللہ نظامانی

قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں قربِ قیامت کی متعدد نشانیاں اور کئی قسم کی علامات ذکر کی گئی ہیں۔ان میں ایک نماز میں خشوع ختم ہو جانا ہے، بلکہ امتِ مسلمہ سب سے پہلے جس عبادت سے محروم ہو گی، وہ نماز میں خشوع ہو گا۔ نماز پڑھنے والے تو بہت ملیں گے، مساجد نمازیوں سے آباد اور بھری ہوئی ملیں گی، مگر نمازی حضرات خشوع و خضوع سے یکسر محروم ہوں گے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

أول ما يرفع من الناس الخشوع (المعجم الكبير للطبراني، (295/7)، رقم الحديث: 7183، الناشر: مكتبة ابن تيمية، القاهرة)

ترجمہ: سب سے پہلے انسانوں سے خشوع اٹھایا جائے گا۔

اس کی مزید وضاحت ایک دوسری روایت سے ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبیر نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت ابو درداءؓ کی علم اٹھائے جانے سے متعلق بیان کردہ حدیث نقل کی تو اس پر حضرت عبادہ بن صامت نے فرمایا کہ سب سے پہلے لوگوں میں سے خشوع اٹھایا جائے گا:

يوشك أن تدخل مسجد جماعة فلا ترى فيه رجلا خاشعا (سنن الترمذي، أبواب العلم، باب ما جاء في ذهاب العلم، (329/4)، رقم الحديث: 2653، الناشر: دار الغرب الإسلامي بيروت، ط: 1998م)

ترجمہ: عنقریب ایسا وقت آئے گا کہ تم کسی جامع مسجد میں داخل ہوگے، مگر اس میں ایک بھی خشوع والا آدمی نہیں پاؤ گے۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدار صحابی حضرت حذیفہ بن یمانؓ فرماتے ہیں:

أول ما تفقدون من دينكم الخشوع (مصنف ابن أبي شيبة، (140/7)، رقم الحديث: 34808، الناشر: مكتبة الرشد الرياض، ط:1409ھ)

ترجمہ: سب سے پہلے دین کی جو چیز تم گم پاؤ گے، وہ نماز میں خشوع ہوگا۔

اور دورِ حاضر میں مسلمانوں کی حالت پر اگر نظر کی جائے تو معلوم ہوگا کہ نماز میں خشوع وخضوع مفقود ونا پید نہیں تو بہت کم ضرور ہو گیا ہے۔ عموماً یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ نمازی حضرات نماز میں حرکات، اور ہاتھوں وغیرہ سے عبث میں مشغول رہتے ہیں، اور نماز میں اللہ تعالی کی طرف دھیان، اس کی عظمت، جلالت اور کبریائی کا استحضار یا کم از کم نماز میں پڑھی جانے والی آیات وتسبیحات کے معنی ومفہوم اور درست ادائیگی کی طرف التفات بھی بہت کم ہوتا جارہا ہے۔ اگرچہ اس بات سے انکار نہیں کہ خشوع وخضوع سے نماز ادا کرنے والے معدوم نہیں ہیں، بلکہ اب بھی موجود ہوں گے، لیکن عمومی مزاج وہ ہے جو اوپر ذکر کیا گیا۔ لہذا ذیل میں اس اہم عبادت یعنی نماز میں خشوع وخضوع کی اہمیت سے متعلق اسلامی تعلیمات پیش کی جارہی ہیں، تاکہ ان پر عمل پیرا ہو کر ہم اپنی نمازیں درست اور کامل بنا سکیں۔ لیکن اس سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خشوع وخضوع کا مفہوم اور ان کے درمیان فرق بیان کر دیا جائے۔

خشوع وخضوع میں فرق:

خشوع کا تعلق دل سے ہوتا ہے، اور خضوع نماز میں ظاہری اعضاء سکون واطمینان سے رکھنے کو کہتے ہیں۔ یعنی خضوع کے معنی ہیں ظاہری اعضاء کو جھکانا، اور خشوع کے معنی ہیں دل کو عاجزی کے ساتھ نماز کی طرف متوجہ رکھنا۔ (آسان ترجمہ قرآن از مفتی محمد تقی عثمانی مد ظلہم ص:728)

چنانچہ اہلِ علم نے ان کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

ان الخشوع في القلب والخضوع في الأعضاء (الكوكب الوهاج شرح صحيح مسلم للأرمي، (216/5)، الناشر: دار المنهاج، ط:1430ھ 2009م)

ترجمہ: خشوع دل میں ہوتا ہے اور خضوع ظاہری اعضاء میں۔

البتہ کبھی ظاہری اعضاء پر سکون رکھنے کو بھی خشوع سے تعبیر کیا جاتا ہے، جیسا کہ سعید بن المسیب کے مندرجہ ذیل مقولے سے معلوم ہوگا۔ایک مرتبہ انہوں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز میں داڑھی سے کھیل رہا تھا تو انہوں نے فرمایا:

لو خشع قلب هذا، لخشعت جوارحه(مصنف ابن أبي شيبة، (86/2)، رقم الحديث: 6787، الناشر: مكتبة الرشد الرياض، ط:1409ھ)

ترجمہ: اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء بھی پر سکون رہتے۔

تو سعید بن المسیب نے دل اور ظاہری اعضاء دونوں کے لیے لفظ خشوع استعمال کیا۔

قرآن پاک سے خشوع و خضوع کی اہمیت:

سورۃ المؤمنون کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ○ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ (المؤمنون: 1، 2)

ترجمہ: ان ایمان والوں نے یقیناً فلاح پالی ہے۔ جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے یعنی دل سے جھکنے والے ہیں۔

اور سورۃ الماعون میں ہے:

فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ○ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ (الماعون: 4، 5)

ترجمہ: پھر بڑی خرابی ہے ان نماز پڑھنے والوں کی، جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں۔

نماز سے غفلت برتنے میں جس طرح یہ داخل ہے کہ نماز ادا ہی نہ کی جائے، اسی طرح اس میں بھی داخل ہوگا کہ نماز صحیح طریقہ اور خشوع وخضوع کے ساتھ نہ پڑھا جائے۔(الجامع لأحکام القرآن للقرطبی، (211/20)، الناشر: دار الکتب المصریۃ-القاھرۃ)

اسی طرح سورت البقرہ کی مندرجہ ذیل آیت سے بھی خشوع کے لزوم پر استدلال کیا جاتا ہے:

وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ (البقرة: 45)

ترجمہ: نماز بھاری ضرور معلوم ہوتی ہے، مگر ان لوگوں کو نہیں جو خشوع (یعنی دھیان اور عاجزی) سے پڑھتے ہیں۔(آسان ترجمہ قرآن ص:56)

خشوع سے نماز پڑھنے سے پچھلے گناہ معاف اور مغفرت کا وعدہ:

نماز پوری توجہ اور خشوع و خضوع یعنی دلی توجہ اور ظاہری اطمینان سے پڑھنے کی اس سے بڑی فضیلت اور کیا ہو گی کہ اس سے پچھلے تمام صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم کی ایک حدیث ہے:

ما من امرئ مسلم تحضره صلاة مكتوبة فيحسن وضوءها وخشوعها وركوعها، إلا كانت كفارة لما قبلها من الذنوب ما لم يؤت كبيرة وذلك الدهر كله (صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء والصلاة عقبه، (206/1)، رقم الحديث: 228، الناشر: دار إحياء التراث العربي بيروت)

ترجمہ: جو مسلمان فرض نماز کا وقت پائے اور اچھی طرح وضو کر کے خشوع و خضوع اور درست طریقہ سے رکوع کے ساتھ نماز ادا کرے تو وہ نماز اس کے تمام پچھلے گناہوں کے لیے کفارہ ہو جائے گی، بشرطیکہ اس سے کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ ہوا ہو اور یہ سلسلہ ہمیشہ قائم رہے گا۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کر کے خشوع و خضوع سے پانچوں نمازیں ادا کرے گا تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس کی مغفرت فرمائے گا۔(سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب في المحافظة على وقت الصلاة، (163/1)، رقم الحديث: 425، الناشر: دار الكتاب العربي، بيروت)

بے خشوع نماز پڑھنے والے کی طرف اللہ تعالیٰ کا التفات نہ کرنا:

نماز میں خشوع و خضوع کی اتنی بڑی اہمیت ہے کہ اگر کوئی بندہ دھیان، دلی توجہ اور خشوع سے نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف نظرِ کرم اور التفات فرماتے ہیں، اور اگر بندہ خشوع کے بغیر اِدھر اُدھر توجہ کر کے نماز ادا کرے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف التفات نہیں فرماتے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لا يزال الله عز وجل مقبلا على العبد وهو في صلاته ما لم يلتفت فإذا التفت انصرف عنه (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب الالتفات في الصلاة، (342/1)، رقم الحديث: 910)

ترجمہ: جب بندہ نماز کی حالت میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف مسلسل متوجہ رہتا ہے جب تک بندہ دوسری طرف التفات نہ کرے، جب وہ دوسری جانب متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف سے توجہ ہٹا لیتا ہے۔

اور نماز میں دوسری طرف متوجہ نہ ہونے اور دائیں بائیں التفات نہ کرنا خشوع کہلاتا ہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

الخشوع: خشوع القلب، وأن لا تلتفت يميناً ولا شمالاً (فتح الباري لابن رجب، (366/6)، الناشر: مكتبة الغرباء الأثرية المدينة النبوية، ط: 1417ھ1996م)

ترجمہ: خشوع تو دل کا خشوع ہوتا ہے، اور یہ آپ دائیں بائیں التفات نہ کریں۔

لہٰذا تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ نماز پورے خشوع و خضوع یعنی مکمل دھیان و دلجمعی، ظاہری طور پر سکون و اطمینان اور اعتدال کے ساتھ ادا کریں۔ اختیاری تفکرات اور دنیاوی خیالات لانے، اعضاء و جوارح کو بے جا حرکت دینے اور ہاتھ، داڑھی اور کپڑوں وغیرہ سے کھیلنے سے مکمل اجتناب و احتراز کریں، تاکہ ہماری نمازیں کامل ہوں، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر و ثواب اور اس کی رضا و خوشنودی حاصل ہو۔

مرنے کے بعد انسان کی چند آرزوئیں

يَا لَيْتَنِي كُنتُ تُرَابًا

اے کاش! میں مٹی ہوتا (سورۃ النباء آیت 40)

يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي

اے کاش! میں نے اپنی (آخری) زندگی کے لیے کچھ کیا ہوتا۔ (سورۃ الفجر آیت 24)

يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ

اے کاش ہمیں ہمارا اعمال نامہ نہ دیا جاتا۔ (سورۃ الحاقۃ آیت 25)

يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا

اے کاش! میں فلاں کو دوست نہ بناتا۔ (سورۃ الفرقان آیت 28)

يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا

اے کاش! ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کی ہوتی۔ (سورۃ الاحزاب آیت 66)

يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا

اے کاش! میں نے رسول کا راستہ اپنا لیتا۔ (سورۃ الفرقان آیت 27)

يَا لَيْتَنِي كُنتُ مَعَهُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا

اے کاش! میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو بہت بڑی کامیابی حاصل کر لیتا۔ (سورۃ النساء آیت 73)

يَا لَيْتَنِي لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّي أَحَدًا

اے کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہوتا۔ (سورۃ الکھف آیت 42)

يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ

اے کاش! کوئی صورت ایسی ہو کہ ہم دنیا میں پھر واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی نشانیوں کو نہ جھٹلائیں اور ایمان لانے والوں میں شامل ہوں۔

(سورۃ الانعام آیت 27)



سعداللہ بن عیسی بن امیر خان چلپی المعروف "سعدي جلبي"

حیات وخدمات

عبدالرحمن سلیم، جامعہ علوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

تاریخ میں بہت سارے فقہائے کرام ایسے گزرے ہیں، جن کی تصانیف سے فائدہ اٹھانے کے باوجود ان کے حالات پر عموماً مواد نہیں ملتا، نہ ہی ان کی تصانیف کے بارے میں ایسی کوئی تحریر ملتی ہے جس سے ان کی جملہ تصانیف سے آگاہی ہو۔

ان فقہائے کرام میں سے ایک ملا سعدی چلپی ہیں، جنہوں نے علامہ بابرتی (متوفی 786ھ) کی "**العناية شرح الهداية**" پر حاشیہ تحریر کیا ہے، جو زمانہ تحریر سے آج تک علما میں مقبول رہا ہے، اور "**العناية** " کے ساتھ چھپتا رہا ہے، اس لیے ضرورت اس امر کی تھی کہ ان کے حالات پر ایک ایسی تحریر لکھی جائے جس سے ان کی زندگی کے حالات اور علمی خدمات سامنے آسکیں۔

نام ونسب:

سعداللہ بن عیسی بن امیر خان (حاجي خليفة، مصطفى بن عبد الله القسطنطيني، (ت1067ه) سلم الوصول إلى طبقات الفحول، الناشر: ت: أكمل الدين إحسان أوغلي، 128/2) رومی چلپی، المعروف بسعدي آفندی (الفوائد البهية في تراجم الحنفية، محمد عبد الحي اللكنوي (ت1304ه)، شركة دار الأرقم- بيروت، ط: الأولى، 1418ه-1998م، ت: أحمد الزعبي، 135)

ولادت و تحصیل علم:

ترکیا کے شہر قسطمونی میں پیدا ہوئے،(السنا الباهر بتكميل النور السافر في أخبار القرن العاشر، السيد محمد الشلي اليمني، ت: إبراهيم بن أحمد المقحفي، مكتبة الإرشاد، ط: الأولى 1425ھ-2004م، 336)علم حاصل کرنے کی غرض سے اپنے والد کے ساتھ قسطنطنیہ گئے، اور اپنے تعلیمی سفر کا آغاز اپنے زمانے کے ممتاز علما سے شروع کیا، رسمی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مزید تعلیم کے لیے محی الدین الفناریؒ کے پاس گئے، اور ان کے بعد فاضل خیر الدینؒ کے پاس گئے، اور ان سے خوب استفادہ کیا۔(طاشکبری زادہ، المولی عصام الدین (ت 968ھ)، الشقائق النعمانية في علماء الدولة العثمانيه، دار الكتاب العربي، بیروت، 1395ھ-1975م، 303)

تصنیفی خدمات:

ملا سعدیؒ نے مختلف علوم و فنون کی کتابوں پر جہاں گراں قدر حواشی تصنیف فرمائے ہیں، وہیں بعض مستقل تصنیفات بھی تحریر کی ہیں، خصوصاً تفسیر اور فقہ سے آپ کو خصوصی لگاؤ تھا جیسا کہ ان کی تصانیف سے ظاہر ہوتا ہے، ان کی تصانیف درجہ ذیل ہیں:

1) حاشية على تفسير البيضاوي: الفوائد البهية (علي الرضا قره بلوط - أحمد طوران قره بلوط، معجم التاريخ «التراث الإسلامي في مكتبات العالم (المخطوطات والمطبوعات)، دار العقبة، قيصري – تركيا، ط: الأولى، ١٤٢٢ھ-٢٠٠١م، 1191/2) ملا سعدی آفندی نے سورہ ھود سے قرآن کے آخر تک بیضاوی پر حاشیہ لکھا، جبکہ ابتدا سے سورہ ھود تک ان کے صاحبزادہ پیر محمد نے لکھا، انہوں نے اسے کشاف پہ لکھے گئے متعدد حواشی سے کشید کر کے پیش کیا، اس میں مزید اپنی طرف سے فوائد کا اضافہ کیا جس نے ان کے حاشیہ کو چار چاند لگا دیئے، بہترین تحقیقات اور عمدہ مباحث پر مشتمل ہونے کی وجہ سے مدرسین نے تدریس اور علما نے مذاکروں اور تحقیقی مباحث میں اس سے خوب استفادہ کیا، اس کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس حاشیہ پر متعدد علما نے رسائل تحریر کیے۔(كشف الظنون، 200/1)

2) حاشية على العناية شرح الهداية: یہ حاشیہ ملا سعدی نے مستقل حاشیہ کے طور پر نہیں لکھا، بلکہ انہوں نے ہدایہ اور اس کی شرح العنایۃ پر جو کلام کیا تھا، اور اس کام میں انہوں نے اپنی عمر کے اکثر حصہ کو لگایا، اسے ان کے قابل شاگرد عبد الرحمن الاماسی نے جمع کیا، اور ان کے کلام کو ممتاز کرنے کے لیے ان کے کلام سے پہلے "قال" کا اضافہ کیا، تاکہ صاحب ہدایہ، صاحب عنایہ اور ان کے کلام میں التباس نہ ہو۔(كشف الظنون 2202/2)۔ یہ حاشیہ 1970م-1389ھ میں مکتبہ مصطفی البابی الحلبی سے "فتح القدیر" کے ساتھ چھپ چکا ہے۔

3) ترکی زبان میں فقہ پر ایک منظومہ تحریر فرمایا۔(كشف الظنون، 317/5)

4) حاشية على القاموس للفيروز آبادي: ملا سعدی رحمہ اللہ کو اللہ تعالی نے متعدد علوم میں مہارت عطا فرمائی تھی، جس کا اندازہ ان کے متعدد حواشی سے ہوتا ہے، جو انہوں نے مختلف علوم و فنون کی اہم کتب پر تحریر فرمائے، ان میں سے ایک اہم کتاب مجد الدین الفیروز آبادی (متوفی

817ھ) کی "القاموس المحیط" ہے، جس پر انہوں نے حاشیہ تحریر فرمایا، جسے ان کے شاگرد عبدالرحمن الأماسی نے ایک کتاب میں الگ سے لکھا، (العقد المنظوم في ذکر أفاضل الروم، 477) جس کی وجہ سے وہ ایک علیحدہ حاشیہ کی صورت اختیار کر گیا۔ (کشف الظنون 279/2)

5) حاشیۃ علی القصیدۃ العینیۃ: ابن سینا کا یہ قصیدہ نفس ناطقہ کے احوال، اس کے روح سے تعلق اور روح سے جدا ہونے کے بیان میں ہے، کل تیس اشعار پر مشتمل ہے۔ اس قصیدہ کی شیخ علی بن محمد البسطامی رحمہ اللہ نے شرح کی ہے، اس شرح پر ملا سعدی نے حاشیہ لکھا ہے، جس میں شبہات کے اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ (کشف الظنون، 304/2)

دیگر تصانیف:

6) الأجوبۃ علی بعض مسائل الدینیۃ

7) ترجمۃ حلیۃ شریف

8) تفسیر سورۃ الفاتحۃ

9) تفسیر قولہ تعالی: (فَسُحۡقًا لِّأَصۡحَٰبِ ٱلسَّعِيرِ)

10) حاشیۃ علی تفسیر أبي السعود في سورۃ نوح

11) حاشیۃ علی تفسیر الکشاف

12) حاشیۃ علی شرح وقایۃ الروایۃ

13) رسالۃ فیما یتعلق بمسئلۃ من الدعوی

14) رسالۃ من سعدي أفندي إلی جعفر جلبي

15) رسالۃ الحرکۃ

16) شرح قصیدۃ البردۃ للبوصري

17) منظومۃ في الأجل

تدریسی زندگی:

ملا سعدی رحمہ اللہ نے اپنی تدریسی زندگی کی ابتدا روم میں واقع مدارس سے کی (السنا الباھر 337)، اس شہر کے مختلف مدارس میں تدریس کے فرائض سرانجام دیے، جن میں سب سے پہلے مدرسہ دیمہ توقہ سے منسلک ہوئے، اس کے بعد قسطنطینیہ میں واقع مدرسہ وزیر ابراہیم پاشا میں تدریس کے فرائض سرانجام دیے۔

پھر اس کے بعد مدرسہ فلبہ میں گئے، پھر اس کے بعد سلطان محمد کے اتالیق مقرر ہوئے، سلطان محمد خان کے انتقال کے بعد کسی مدرسہ میں بطور معلم مقرر ہوئے،اس کے بعد اماسیہ کے مفتی مقرر ہوئے اور وہیں تدریس کے فرائض سرانجام دیے،اس کے بعد بروسہ میں قائم مدرسہ سلطان مراد خان میں مدرس مقرر ہوئے،اور تادم حیات اسی میں تعلیم و تعلم کے مشغلہ سے وابستہ رہے، یہاں تک کہ 957ھ میں وہیں جان جان آفریں کے سپرد کی۔(الشقائق النعمانیۃ303)

اخلاق وعادات:

آپؒ کواللہ تعالی نے بہترین حافظہ کی دولت سے نوازا تھا، مطالعہ کے دھنی تھے، علم کے انتہائی شوق نے ہی آپ کے کتب خانہ کو متعدد فنون کی کتب سے بھر دیا تھا، آپ کو مناقب وتاریخ سے انتہائی دلچسپی تھی،اس پر مستزاد بہترین تحقیقی ذوق کے حامل تھے،اس شوق وذوق کی قدر آپ نے اپنی تصنیفات کے ذریعے کی، متعدد علوم وفنون کی اہم کتب پر گرانقدر حواشی تحریر کیے۔

عبادت گزار، دنیا سے بے رغبتی کرنے والے، شبہات سے بھی اجتناب کرنے والے تھے، درست عقیدہ رکھنے والے، بااخلاق اور صاف ستھری طبیعت کے مالک تھے، تصوف سے بھی اچھی خاصی مناسبت رکھتے تھے۔(الشقائق النعمانیۃ303)

زندگی کے اوقات کو نہایت احتیاط سے استعمال کرتے تھے، زندگی کے لمحات کا مصرف عبادت وطاعت ہوتے تھے،انتہائی ملنسار اور تواضع رکھنے والے تھے،لوگوں کی برائی سے اپنی زبان کی حفاظت کرنے والے تھے، شریعت کی رعایت کرنے والے اور طریقت کی حفاظت کرنے والے تھے۔خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار تھے اسی وجہ آپ نے قسطنطینیہ میں فقرا اور مساکین کے لیے ایک عمارت تعمیر کروائی تھی۔(السناالباھر 337)

وفات پرملال:

ملا سعدی چلپیؒ نے پوری زندگی درس وتدریس اور علم کی ترویج واشاعت میں گزاری، بالآخر سن 945ھ میں اپنے خالق حقیقی سے جاملے(الفوائد البھیۃ136)۔اللہ تعالی ان کی علمی کوششوں اور کاوشوں کو موصوف کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔



امن عالم سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں

محمد فخر بن بختیار احمد

نوٹ: یہ تقریر جامعہ عثمانیہ گلشن بلاک لاہور میں منعقدہ عظیم الشان مقابلہ تقریر بعنوان "امن عالم سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں" بقلم محمد فخر بن بختیار احمد طالب علم جامعہ عبداللہ بن مسعود سمن زار کالونی لاہور درجہ متوسطہ دوم، دوسرے انعام کی مستحق قرار پائی۔

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

و ما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین صدق اللہ العظیم

میرے نبی ﷺ کی جو تعلیم عام ہو جائے
زمانے بھر کا مکمل نظام ہو جائے

اور اور اور

جو کرنی ہو جہانگیری تو محمد ﷺ کی غلامی کر
غرب کا تاج سر پر رکھ خداوند عجم ہو جا

میرے واجب الاحترام اساتذہ کرام اور عدل وانصاف کی نشست پر جلوہ افروز منصفین حضرات اور میرے ہم سفر ساتھیو! السلام علیکم!

آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کرنے کا موقع ملا ہے وہ "امن عالم اور مصطفی کریم ﷺ"۔

اہل بصیرت حضرات اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام خود بھی امن و سلامتی کا دین ہے اور دوسروں کو بھی امن و عافیت کے ساتھ رہنے کی تلقین کرتا ہے اسلام کے دین میں امن و سلامتی ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے بھیجے ہوئے دین کے لیے نام ہی "اسلام" پسند کیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

ان الدین عند اللہ الاسلام

ترجمہ: بے شک معتبر دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

جب سے کائنات رب السموات والارض کی قدرت کاملہ سے معرض وجود میں آئی ہے تب سے لے کر اب تک نہیں بلکہ قیامت، ہاں ہاں قیامت تک اگر کوئی مثالی اور عزت و تکریم کے لحاظ سے اولین اور بہترین وقت قرار دیا جا سکتا ہے تو وہ صف مصطفی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت سے آغاز پذیر ہوتا ہے۔

اسلام کی آمد سے قبل کائنات آگ کی بھٹی کا منظر پیش کر رہی تھی، عرب معاشرہ میں امن و امان اور اخوت، بھائی چارے کے نام اور اس مقصد تک سے لوگ ناواقف تھے، جنگ وجدل ان کا محبوب مشغلہ تھا، انسان کی جان ومال اور عزت وآبرو کی کوئی وقعت نہ تھی۔

غرضیکہ جو برائی تھی وہ اس معاشرے میں موجود تھی۔ ان پریشان کن حالات میں امن و آشتی کے عظیم علمبردار امام الانبیاء جناب رسول اللہ ﷺ نے اسلام ہی کے زریں اصولوں کو بنیاد بنا کر اللہ تعالی کے حکم سے عرب قوم کی ڈوبتی کشتی کو پار لگا دیا اور اپنے حسن اخلاق سے عرب معاشرہ کو امن کا گہوارہ بنا دیا یہاں تک کہ لوگ آپ ﷺ کو محمد نام سے نہیں بلکہ "صادق" اور "امین" کہہ کر پکارتے تھے۔

آپ ﷺ جب ہجرت کے بعد مدینہ میں مقیم ہوئے تو وہاں پر آپ نے امن و امان کی مثال قائم کی، آپ ﷺ نے فتح مکہ پر امن کی مثال قائم کی، جب آپ ﷺ مدینہ سے مکہ کی طرف جا رہے تھے تو راستے میں ایک جگہ مرالظہران پر پڑاؤ ڈالا ہوا تھا کہ ابو سفیان جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے مکہ کی طرف سے آپ ﷺ کے لشکر کا پتہ لگانے نکلے تھے جب وہ مرالظہران تک پہنچے جہاں پر آپ ﷺ نے پڑاؤ ڈالا ہوا تھا تو حضرت عباس نے انہیں پکڑ لیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو ان کو آپ ﷺ نے امن دیا صرف امن نہیں بلکہ عزت بھی دی کہ جو شخص ابو سفیان کے گھر داخل ہو جائے اسے امان ہے جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اسے بھی امان ہے اور جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اسے بھی امان ہے۔ صرف نہیں امان نہیں دیا بلکہ بہت سے لوگوں کو بھی امان دیا جن میں ایک عکرمہ بن ابی جہل۔

یہ وہ عکرمہ تھا کہ جس کے بارے میں حضور نے فتح مکہ کے موقعہ پر اپنے صحابہ سے کہا تھا کہ جدھر ملے ادھر قتل کر دو لیکن آپ ﷺ نے پھر بھی ان کو امان دیا اور بعد میں وہ مسلمان ہو گئے۔ آپ ﷺ نے اس عورت کو بھی امان دیا تھا کہ جس نے آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ کو کا جگر نکال کر چبایا تھا۔ آپ ﷺ نے اسلام کے اندر اتنا امان دیا ہے کہ دشمنوں کو بھی امان ہے۔

اور 63 سالہ زندگی کائنات اور اہل کائنات کی ہر ہر ضرورت کو علی الاعلان اہل کائنات کے حوالے کر کے "الیوم اکملت لکم" کا مصداق ہو جاتی ہے وہیں سے نظام عالم ترقی کے زینے پر قدم رکھتا ہے اور پھر جل سو جل امن عالم کی پہلی اینٹ رکھنے کا اعزاز زمین و آسمان کی دنیا اور آخرت تمام تر عزتوں کے مجموعے مصطفی کریم ﷺ نے رکھی ہے اور پھر اپنے کردار سے، گفتار سے، دن کی جدوجہد سے، راتوں کی آہ زاری سے، کوئی منصف صداقت پر فائز ہو جاتا ہے تو کوئی عدالت کے آسمان پر چمکنے لگتا ہے، کسی کو حیا کی سلطنت ملتی ہے، تو کوئی شجاعت کے میدان میں اپنا لوہا منواتا ہے۔

آج کی دنیا گلوبل ویلیج کی صورت میں ہے، ابھی کل حماس نے دنیا کے سب سے گندے کردار کو دن میں تارے دکھائے اور دندناتے ہوئے ناسور کو انبیاء کی سرزمین فلسطین پر ناکوں چنے چبوائے۔ الحمدللہ واقعی!

محمد ﷺ کی غلامی دین حق کی شرط اوّل ہے
اسی میں ہو اگ خامی تو سب کچھ نامکمل ہے
رسول پاک ﷺ کا جو بھی غلام ہو جائے
یہ رنگ و بو چمن اس کے نام ہو جائے
میرے نبی ﷺ کی جو تعلیم عام ہو جائے
زمانے بھر کا مکمل نظام ہو جائے
نظارہ خواب میں جس کو دکھا دیں شاہ امم ﷺ
اس بشر پر جہنم حرام ہو جائے

و آخر دعوانا ان الحمد للہ



مصدر (قسط اول)

سمیع اللہ حضروی

دنیا میں جتنی بھی زبانیں اور بولیاں، بولی جاتی ہیں: میں بولے والے جملے، دو قسم کے ہوتے ہیں۔

1) جملہ اسمیہ خبریہ

یہ وہ جملہ ہے جس میں کسی بات وغیرہ کی خبر دی جاتی ہے یا موجود ہوتی ہے۔ ان میں مصدر یا مشتقات (افعال) کا استعمال نہیں کیا جاتا۔ جیسے: اللہ ایک ہے۔ حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں۔ اسلم میرا بھائی ہے۔ پاکستان میرا پیارا ملک ہے۔ وغیرہ۔

اِن جملوں میں اللہ کے ایک ہونے، حضور اکرم ﷺ کے آخری رسول ہونے، اسلم کا بھائی ہونے اور پاکستان کے ملک ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ اس لیے قواعد کی رُو سے یہ جملے اسمیہ خبریہ کہلاتے ہیں۔

2) جملہ اسمیہ فعلیہ خبریہ

یہ وہ جملے ہوتے ہیں جن میں مصدر یا اس کے مشتقات (افعال) لائے جاتے ہیں اور ان ہی افعال کے ذریعے کوئی نہ کوئی خبر دی جاتی ہے۔ جیسے: ہم دن میں پانچ بار نماز ادا کرتے ہیں۔ میں کتاب پڑھتا ہوں۔ وہ سکول جاتا ہے۔ وہ خط لکھے گا۔ وغیرہ

اِن جملوں میں ادا کرتا، پڑھتا، جاتا اور لکھے مشتقات یعنی افعال ہیں جو ادا کرنا، پڑھنا، جانا اور لکھنا مصدر سے مشتق ہیں۔

اب مصدر سے متعلق وضاحت کی جاتی ہے۔

مصدر:

قواعد میں اسم کی بلحاظِ بناوٹ، تین اقسام میں سے ایک قسم مصدر ہے۔ باقی دو اقسام میں اسمِ مشتق اور اسمِ جامد ہیں۔اسم مشتق وہ ہے جو خود تو کسی مصدر سے بنایا جائے لیکن اس سے مزید افعال نہ بن سکیں۔ جیسے

لکھنا مصدر سے لکھا، لکھ، لکھو، لکھیں، لکھاہوا، لکھائی، لکھنے والا وغیرہ۔لغت میں مشتق کا معنٰی حاصل کردہ، نکلاہوا، ماخوذ وغیرہ ہے۔

اسمِ جامد وہ اسم ہے جو نہ تو مصدر سے بنا ہو اور نہ ہی اسے سے کوئی لفظ یا کلمہ بن سکے۔ جیسے تختہ، قلم، آسمان، زمین، مکان وغیرہ۔ لغت میں جامد کا معنٰی ٹھوس، سخت، جماہوا، ساکن وغیرہ۔

مصدر، عربی زبان سے ماخوذ ہے۔ قواعد کے لحاظ سے اسم نکرہ اور اسمِ ظرفِ مکاں ہے۔اس کے حروفِ اصلیہ یعنی مادہ **ص،د،ر** ہے۔ صدر کے مختلف معانی ہیں۔ مثلاً سینہ، ہر شے کا سامنے والا حصہ، حکم جاری کرنا یا ہونا، فیصلہ صادر کرنا، واپس ہونا، حکمران وغیرہ ہے۔

مصدر، صدر سے مشتق ہے۔اس کا معنٰی سرچشمہ، اصل، جڑ، کسی چیز کے نکلنے یا جاری ہونے کی جگہ، مرکز اور ذریعہ وغیرہ۔ مصدر کی جمع مصادر ہے۔ مصادر، انہیں بھی کہا جاتا ہے جن سے کچھ اخذ کیا جائے۔ یعنی اس کتاب کے مصادر یہ ہیں یا یہ مضمون ان مصادر سے اخذ کیا گیا ہے۔ مصادر یعنی ماخذ۔ علمائے قواعد کے مطابق مصدر وہ اسم ہے جو خود تو کسی اسم سے نہ بنا ہو لیکن اس سے دوسرے (اسم) مشتقات یعنی افعال بن سکیں۔

مولانا فتح محمد جالندھری کہتے ہیں:

"وہ کلمہ جو کسی کام یا حرکت کا بیان ہو اور اس میں زمانہ نہ پایا جائے یعنی اس کام یا حرکت کا کوئی وقت متعین ہو"۔(مصباح القواعد مولانا فتح محمد جالندھری: ص24)

جیسے: آنا، جانا، رونا، ہنسنا، لکھنا، پڑھنا، پڑنا، دیکھنا، سننا اور جاگنا وغیرہ۔ان مثالوں میں مختلف قسم کے کاموں کا ذکر کیا گیا ہے لیکن ان کے ساتھ کسی وقت یا زمانے کی قید نہیں لگائی گئی۔

مصدر کی علامت:

اردو زبان میں مصدر کی علامت "نا" ہے۔ جیسے آنا سونا، دیکھنا، بیٹھنا، لکھنا وغیرہ۔اردو میں بے شمار الفاظ ہیں جن کے آخر میں "نا" آتا ہے لیکن وہ مصدر نہیں۔ جیسے گنا، چنا، نانا، سونا (دھات) وغیرہ۔

علامتِ مصدر کی پہچان یہ ہے اگر "نا" دور کر دیا جائے تو باقی فعل امر رہ جائے۔ جیسے آنا سے آ، جانا سے جا، لکھنا سے لکھ، پڑھنا سے پڑھ وغیرہ۔

فارسی زبان میں مصدر کی علامت "ن" ہے۔ جیسے نوشتن (لکھنا)، خوردن (کھانا)، آمدن (آنا)، دیدن (دیکھنا) وغیرہ۔ فارسی میں بھی ہر وہ لفظ مصدر نہیں ہوتا جس کے آخر میں "ن" آئے۔ جیسے گلشن، چمن، فگن وغیرہ۔ فارسی میں مصدر کی پہچان یہ ہے کہ اگر علامتِ مصدر "ن" دور کر دی جائے تو باقی عموماً مضارع یا حاصل مصدر بن جاتا ہے۔ جیسے

نوشتن (لکھنا) سے نوشت (حاصلِ مصدر) افسردن (پریشان ہونا) سے افسرد (فعل مضارع) برخاستن (اٹھنا) سے برخاست (حاصلِ مقدر) وغیرہ۔

یادرہے کہ فارسی زبان میں فعل مضارع اور حاصلِ مصدر بنانے کے مختلف قواعد ہیں۔

انگریزی زبان میں " to " علامتِ مصدر ہے۔ جیسے

to write.to come.to read.to go.

وغیرہ۔ یادرہے کہ " to " وہاں مصدری معنٰی پیدا کرے گا جہاں اس کے فوراً بعد فعل یعنی verb کی پہلی حالت یعنی form آئے گی اور اس سے قبل کسی دوسرے کام کا (کسی بھی زمانے میں) ذکر کیا جائے گا۔ جیسے

You shell have to write a letter.He wanted to read a book.We want to go.

وغیرہ۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ " to " ہر جگہ علامتِ مصدر نہیں ہوتا۔ یہ عام طور پر کسی جگہ وغیرہ کی طرف اشارہ کے لیے بھی مستعمل ہے۔اس صورت میں " to " کا معنٰی "کی طرف (اشارۃ)" بھی کیا جاتا ہے۔ جیسے

I go to Lahore. You should to go to Murry.

وغیرہ۔ مصدر کو انگریزی زبان میں Infinitive کہتے ہیں۔ (جاری ہے)



امن عالم سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں

محمد وسیم یوسف زئی

نوٹ: یہ تقریر جامعہ عثمانیہ گلشن بلاک لاہور میں منعقدہ عظیم الشان مقابلہ تقریر بعنوان "امن عالم سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں" بقلم محمد یوسف زئی طالب علم جامعہ عثمانیہ ٹاؤن شپ برکت مارکیٹ لاہور درجہ ثالثہ، تیسرے انعام کی مستحق قرار پائی۔

الحمد لحضرت الجلالة والصلوة والسلام علی ختم الرسالة رضیت با اللہ ربا و باسلام دینا و بمحمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قال اللہ تبارک و تعالی فی القرآن المجید و الفرقان الحمید

مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا

و قال النبی صلی اللہ علیہ و سلم دماء کم و اموالکم حرام علیک او کما قال علیہ السلام

قیادت ہاتھ میں لو اے مسلمانوں زمانے کی
وگرنہ کفر دنیا کو ہلاکت میں گرا دے گا
نظام دین رحمت ہے بشارت ہے
بہاروں کی اسے نافذ کرو دنیا کو جنت بنا دے گا

لاہور کے دور دراز کے مدارس سے تشریف لائے ہوئے معزز طلباء کرام اور منصفین عظام اور اس جامعہ کے محترم اساتذہ کرام السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ!

آج کے اس عظیم الشان تقریری مسابقے میں بندہ ناچیز کو جس موضوع کا مکلف بنایا گیا ہے وہ ہے "امن عالم سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں"۔رب لم یزل سے دعا گو ہوں کہ وہ مجھے کماحقہ بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حاضرین مجلس! امن و امان روئے زمین پر انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔امن نہیں ہے تو نہ عالم انسانیت کے ارتقائے عمل جاری رہ سکتا ہے،نہ معاشرتی زندگی کی بقاء،انسان کی تحقیق اور ترقی کا وجود امن و سلامتی اور سکون سے ہیں۔اگر سکون ہی میسر نہیں تو فکری اور عملی ترقی کا دروازہ بند ہو جائے گا۔تجربے مشاہدے سے بات بآسانی واضح اور ثابت ہوتی ہے کہ آسمانی ہدایت اور ربانی تعلیمات کے علاوہ کوئی اور ایسی چیز نہیں جو انسانوں کو صحیح منزل کی طرف گامزن کرتی ہوں،یہی تعلیمات و ہدایت آقا نامدار سرکار دو جہاں محبوب کبریا رب السماء والارض محمد رسول اللہ ﷺ پر مکمل ہوتیں ہیں۔آپ ﷺ ختم المرسلین ہیں،آپ ﷺ دانائے سبل ہیں۔آپ ﷺ وہ سرچشمہ ہیں جہاں نوع انسانی شر و فساد سے اجتناب اور امن و سکون کے میٹھے سانس حاصل کرتی ہے۔

انسانی زندگی کا احترام قرآن کریم نے جس عجیب و مؤش پیرائے میں بیان فرمایا ہے اس تک دنیا کا بڑے سے بڑا مصلح اور امن کا علمبردار نہیں پہنچ سکا۔ ارشاد قرآنی ہے:

مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا

اسلام ایک نظام خداوندی ہے جو سارے عالم کو اپنی تنویر میں منور کرنا چاہتا ہے یہ اشاعت و تبلیغ و ابلاغ سے ہی ممکن ہے۔لہذا اسلام سے زیادہ امن عالم کا نقیب اور کون ہو سکتا ہے سرکار دو جہاں آمنہ کے لعل عبداللہ کے نور نظر ساقی کوثر شافعی محشر محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

ارحمو من فی الارض یرحکم من فی السمآء

پھر بھلائی اور احسان کرنے میں آپ ﷺ نے مسلم اور غیر مسلم کا کوئی فرق نہیں کیا اور ارشاد فرمایا:

واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ

عزیزان من! ذرا غور تو کر نایوں تو آج کے دور میں انسان کو بے شمار مسائل کا سامنا ہے عالمی امن کا فقدان ہے انہی میں سے ایک اہم مسئلہ ہے۔لسانی، ثقافتی، مذہبی تعصب، تنگ نظری اور نفرت نے انسان کو انسان کا دشمن بنا دیا عالمی امن کے ادارے بشمول اقوام متحدہ بڑی سے بڑی طاقتوں کے سامنے بے بس ہے ہر طرف جنگ و فساد کا عالم ہے۔

ایسی صورتحال سے نجات کاذریعہ صرف اور صرف سیرت طیبہ ﷺ میں ہی مضمر ہے۔افسوس صد افسوس! آج ہم تعلیمات نبوی ﷺ بھلائے ہوئے ہیں پھر اسی دوراہے پر کھڑے ہیں جہاں ساڑھے چودہ سو سال قبل تھے۔آج ہماری دنیا کا امن تہہ و بالا ہو چکا ہے۔آج اگر ہم اس دنیا کو امن وامان کا گہوارہ بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں تعلیمات نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہونا ہوگا اور ہم تمام مسلمانوں پر یہ ذمہ داری آتی ہے کہ ہم تمام دنیا کو بتائیں کہ اسلام ایک امن وآتشی کا دین ہے۔رحمت للعالمین ﷺ کسی خاص فرقے یا کسی خاص جماعت کے لیے نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے تشریف لائے ہیں۔وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین۔

حاضرین مجلس! جب امن کے مقابلے میں بدامنی ہو تو ہر شخص دوسرے کو اپنا دشمن نظر آتا ہے ایسے میں حقیقتاً دنیا ظالم اور مظلوم خانوں میں بٹ جاتی ہے جس سے پورا معاشرہ فاسد ہو جاتا ہے ارتقائے عمل رک جاتا ہے بدامنی کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔اس لیے اسلام اپنے ماننے والوں کو امن واخوت اور محبت کی تلقین کرتا ہے کہ پرامن فضا میں اپنی فکری اور تحقیقی قوتوں کو بروئے کار لا کر سارے عالم کے لیے نفع بخش بنیں تاکہ خیر امت ہونے کی وجہ سے مسلمان امام اقوال کہلا سکیں اور دنیا میں ملت اسلام سے فیض حاصل کر سکیں۔چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

خیر الناس من ینفع الناس

اور کہیں آپ ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا:

لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ

اور کہیں لسان نبوت ﷺ یوں گویا ہوتی ہے:

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ

ہم امن چاہتے ہیں مگر ظلم کے خلاف گر جنگ لازمی ہے تو پھر جنگ ہی سہی۔اللہ تبارک و تعالی ہمیں آقا نامدار سرکار دو جہاں ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں اس کرہ ارض پر،اس دھرتی پھر امن قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔



مترادفات القرآن (قسط دوم)

طاہرہ فاطمہ

آباد کرنا/بسنا

یہ مصدر آباد ہونا سے متعدی ہے۔ لہذا **سکن** سے **اسکن** اور **بوء** سے **بوّا** بھی قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں اور **عمر** اور **اوی** کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

1: اسکن

کسی ایک مقام سے دوسرے مقام پر لے جا کر آباد کرنا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں:

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ (سورۃ ابراہیم آیت 37)

اے پروردگار میں نے اپنی اولاد کو میدان (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں

2: بوّا

کسی کو اس کی طبیعت اور پسند کے موافق جگہ پر آباد کرنا۔ قرآن کریم میں ہے:

وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ (سورۃ یونس آیت 93)

اور ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کو عمدہ جگہ دی اور کھانے کو پاکیزہ چیزیں عطا کیں

3: عمر

کا لفظ مکان بنانے، رونق بڑھانے اور بنجر زمین کو آباد کرنے کے معنی میں آتا ہے ابن الفارس کے نزدیک اس کے مفہوم میں بقا اور طویل مدت بھی شامل ہے۔ اور **عمر** وہ مدت ہے جب تک روح جسم کے ساتھ آباد رہے۔ **عمر** کی ضد **خرب** ہے جس کے معنی مکانوں یا کھیتوں کو برباد کرنا، اجاڑنا اور بے آباد کرنا اور بے رونق بنانا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرب قیامت کی جو علامات بتلائیں تو ان میں ایک یہ بھی ہے:

مساجدھا عامرۃ و ھی خراب من الھدی

اس وقت مسجدیں آباد تو ہوں گی مگر ہدایت کے لحاظ سے اجڑی ہوں گی۔

اور قرآن کریم میں ہے:

اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (سورۃ توبہ آیت 18)

خدا کی مسجدوں کو تو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو خدا پر اور روز قیامت پر ایمان لاتے ہیں

دوسرے مقام پر فرمایا:

كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا (سورۃ روم آیت 9)

وہ اُن سے زور و قوت میں کہیں زیادہ تھے اور اُنہوں نے زمین کو جوتا اور اس کو اس سے زیادہ آباد کیا تھا جو اُنہوں نے آباد کیا۔

4: اوی

کسی کو اپنے ہاں رہائش کے لیے جگہ دینا، پناہ دینا۔ اس کا مادہ **ا و ی** ہے جس کے معنی کسی کے ساتھ مل جانا اور منظم ہو جانا کے ہیں۔ تاکہ کسی خطرہ وغیرہ سے پناہ حاصل ہو جیسا کہ قرآن میں اصحاب کہف کا قصہ مذکور ہے کہ وہ مشرک حکومت کے ڈر سے پہاڑ کی ایک کھوہ میں جا بیٹھے تھے۔ فرمایا:

اِذْ اَوَى الْفِتْیَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (سورۃ کہف آیت 10)

جب وہ نوجوان غار میں جارہے تو کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار ہم پر اپنے ہاں سے رحمت نازل فرما۔اور ہمارے کام میں درستی کے سامان مہیا کر۔

اور جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے کافر بیٹے کو اسلام لانے اور کشتی میں سوار ہونے کو کہا کہ وہ طوفان سے ہلاک ہونے سے بچ جائے تو اس نے کہا:

قَالَ سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ (سورۃ ھود آیت 43)

اس نے کہا کہ میں (ابھی) پہاڑ سے جالگوں گا، وہ مجھے پانی سے بچالے گا۔

اور افعال باب **ابواء** کا معنی کسی کو اپنے ہاں جگہ دینا، ٹھہرانا سے مخصوص ہو جاتا ہے۔ارشاد باری تعالی ہے:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجٰھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ (سورۃ انفال آیت 74)

اور جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور خدا کی راہ میں لڑائیاں کرتے رہے اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی۔یہی لوگ سچے مسلمان ہیں۔ان کے لیے (خدا کے ہاں) بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

ماحصل:

1) **اسکن:** کسی دوسرے مقام پر آباد کرنے کے لیے۔
2) **بوّا:** مناسب ماحول میں آباد کرنے کے لیے۔
3) **عمر:** زمین آباد کرنے، مکان تعمیر اور آباد کرنے اور رونق بڑھانے کے لیے
4) **اوی:** کسی کو اپنے ہاں بطور پناہ رہائش دینے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

آخرت

آخرت کے لیے **آخرۃ، دار الاخرۃ، یوم الاخر، دار القرار** اور **الیوم البعث** کے الفاظ آئے ہیں۔جو آخرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں نیز **یوم التغابن، یوم التناد، یوم الدین، یوم الفصل، یوم الجمع، یوم النشور** کے لیے دیکھئے زیر عنوان "قیامت"۔

1: آخرۃ

کا معنی دار البقاہے یعنی مرنے کے بعد انسانوں کو دوسرے جہان میں جو دائمی زندگی حاصل ہوگی اور اس زندگی میں روح اور جسم کا کلی طور پر اتصال ہوگا اور نیک اور بدکار لوگوں کو اپنے اپنے اعمال کے بدلہ میں جنت یا دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔ارشاد باری تعالی ہے:

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (سورۃ البقرۃ آیت 4)

اور آخرت کا یقین رکھتے ہیں

یہاں آخرت سے مراد اسی قسم کی زندگی ہے۔اسی لحاظ سے آخرت کی ضد عاجلہ، دنیا، ادنی، اولی سب قرآن میں مستعمل ہیں۔

2: دار الاخرت

دار کا معنی رہائش گاہ ہے اور دار (جمع دیار، دور) کا اطلاق بہت وسیع مفہوم پر ہوتا ہے۔دار بمعنی گھر، حویلی، علاقہ، وطن، ملک حتی کہ یہ پوری دنیا بھی انسانوں کی رہائش گاہ ہونے کے لیے سے دار الدنیا ہے اور اس کی ضد دار الاخرت ہے۔

البتہ اس اخروی زندگی میں ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق دار عطا کیا جائے گا۔قرآن میں ہے:

وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ (سورۃ النحل آیت 30)

اور پرہیزگاروں کا گھر بہت خوب ہے

اور کافروں کے لیے یہی ٹھکانہ سُوْءُ الدَّارِ (سورۃ الرعد آیت 25) اور دَارَ الْبَوَارِ (سورۃ ابراہیم آیت 28) ثابت ہوگا اور دونوں سے مراد دوزخ ہے۔

3: دار القرار

قرار بمعنی کسی جگہ جم کر رہنا ہے۔چونکہ یہ زندگی ابدی اور دائمی ہوگی اس لحاظ سے اسے دار القرار کہا گیا۔تاہم دار القرار کا لفظ اچھے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

اور دار القرار سے مراد نیک لوگوں کا ٹھکانا یعنی جنت ہوگا۔کافروں کے لیے اسی زمانہ کی طوالت اور خلود کے لیے قرآن نے

جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ (سورۃ ابراہیم آیت 29)

(وہ گھر) دوزخ ہے۔ (سب ناشکرے) اس میں داخل ہوں گے۔ اور وہ برا ٹھکانہ ہے

کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

4: یوم الاخر

یوم سے مراد اس دنیا کا معروف دن نہیں جو 24 گھنٹے کا ہوتا ہے یا جو رات کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے۔

بلکہ اس سے آخرت کی زندگی کا طویل دور مراد ہے۔ جیسے فرمایا:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ (سورۃ الاعراف آیت 54)

کچھ شک نہیں کہ تمہارا پروردگار خدا ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا

اور یہ تو واضح ہے زمین اور آسمان کی پیدائش سے پہلے موجود دن، جو سورج کے وجود سے پیدا ہے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

5: یوم البعث

بعث سے مراد قبروں سے زندہ ہو کر کسی خاص مقصد کے لیے اٹھ کھڑے ہونا ہے،۔

چونکہ آخرت کے اس طویل دور کا آغاز اسی "**بعث**" سے ہوگا لہذا اسے **یوم البعث** بھی کہا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ (سورۃ الروم آیت 56)

خدا کی کتاب کے مطابق تم قیامت تک رہے ہو



غیر اللہ کی پکار

بنت سلیم اللہ

قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ وَيَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ(سورۃ نساء ،۲۸)

بے شک اللہ ان لوگوں کو نہیں بخشتا جو اس کا شریک ٹھرائے، شرک کے علاوہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔

اسی طرح اللہ پاک سورۃ لقمان میں فرماتے ہیں:

اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيۡمٌ۔(سورۃ لقمان)

بے شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔

اللہ تعالی کی ذات اور صفات کے بارے میں جو عقائد ہیں اس طرح کا کوئی عقیدہ کسی مخلوق کے لیے رکھنا یہ ''شرک'' ہے۔

"شرک"کی حقیقت:

شرک کی حقیقت کیا ہے۔؟ شرک کہتے کس کو ہیں۔؟ تو آئیں سب سے پہلے ہم شرک کی حقیقت معلوم کرتے ہیں۔

"شرک" کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی مخلوق کو عبادت یا محبت اور تعظیم میں اللہ تعالیٰ کے برابر سمجھنا۔ قرآن کریم نے مشرکین کے اس قول کو جو وہ جہنم میں پہنچ کر کہیں گے اس کو نقل کیا ہے۔

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ۔ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (سورۃ الشعراء۔ ۹۷/۹۸)

خدا کی قسم ہم کھلی گمراہی میں تھے۔ اور ہم تمہیں رب العالمین کے برابر کیا کرتے تھے۔

مشرکین نے اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے بتوں کو عبادت میں یا محبت و تعظیم میں اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے برابر قرار دے رکھا تھا۔ یہی وہ ”شرک“ تھا جس نے ان لوگوں کو جہنم میں پہنچا دیا۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفات، رزاق، قادر مطلق، عالم الغیب والشہادہ وغیرہ میں کسی مخلوق کو اللہ رب العزت کے برابر سمجھنا شرک ہے۔

شرک کی چند اقسام کا درج ذیل ذکر کیا جاتا ہے۔

علم میں شریک ٹھہرانا:

یعنی کسی بزرگ یا پیر کے ساتھ یہ اعتقاد رکھنا کہ ہمارے سب حال کی اس کو بروقت خبر ہے۔ نجومی، پنڈت سے غیب کی خبریں دریافت کرنا، کسی بزرگ کے کلام میں فال دیکھ کر اسکو یقینی سمجھنا یا کسی کو زور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہو گئی یا کسی کے نام کا روزہ رکھنا۔

اشراک فی التصرف:

کسی کو نفع یا نقصان کا مختار سمجھنا۔ کسی سے مرادیں مانگنا یعنی کسی سے اولاد مانگنا یا رزق مانگنا۔

عبادت میں شریک ٹھہرانا:

یعنی کسی کو سجدہ کرنا، کسی کے نام کا جانور چھوڑنا، خدا کے حکم کے مقابلہ میں کسی دوسرے کے قول یا رسم کو ترجیح دینا، کسی کے نام پر جانور ذبح کرنا، کسی مہینہ کو منحوس سمجھنا اور کسی کے گھر کا طواف کرنا۔

آپ ﷺ کی محبت میں صفات الٰہیہ کا ذکر کرنا:

بعض لوگ نبی کریم ﷺ کی محبت کے اظہار میں آپ ﷺ کے اوصاف کے بیان میں بے اعتدالی کا شکار ہو جاتے ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ قرآن مجید میں اس چیز کو ”غلو“ کہا گیا ہے۔

يَآ اَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْـرَ الْحَقِّ(سورۃ المائدہ۔۷۷)

کہ دیجئے اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو نہ کیا کرو۔

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو کفر و شرک کی تاریکیوں سے نکال کر توحید کی طرف بلایا جائے۔ مگر یہ لوگ کفر و شرک کو ''توحید'' جانتے ہیں اور اہل توحید کو گستاخ رسول (ﷺ) کہتے ہیں۔ یہ سراسر ظلم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کے مقصد بعثت کو پہچان کر اس کے مطابق عمل کرنے والوں کو گستاخ رسول (ﷺ) کہا جائے اور محبت کے دعوے کو ڈھال بناکر شرک کو عین اسلام ثابت کیا جائے حالانکہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"مبالغہ نہ کرنا جس طرح نصرانیوں نے ابن مریم علیہ السلام کی تعریف میں مبالغہ آرائی کی۔ میں اللہ رب العزت کا بندہ ہوں بلکہ تم کہو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔".(بخاری)

لہذا آپ ﷺ کی سچی محبت کا تقاضہ یہی کہ توحید سے محبت کی جائے۔ محبت بھی اس طرح کی جائے جس طرح آپ ﷺ نے فرمائی اور جنہیں اللہ رب العزت نے رسالت کے لیے منتخب فرمایا۔

آج بہت سے عشق رسول ﷺ کے دعویداروں نے ایسی تحریریں سپرد قلم کر رکھی ہیں جن میں بظاہر عشق رسول ﷺ کے جذبات اُبھار کر نبی کریم ﷺ کی سب سے محبوب چیز ''توحید'' کی شدید مخالفت اور رسول اللہ ﷺ کی انتہائی ناپسندیدہ چیز ''شرک'' کی وکالت کرتے ہوئے اس کو اصل دین ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ بلکہ توحید تو یہ ہے کہ دکھ درد میں دعائیں سننے اور قبول کرنے والے اللہ وحدہ لاشریک کو سمجھا جائے۔

لیکن افسوس کہ آج کے مسلمانوں پر جب ان پر کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ''یاعلی مدد'' یا کسی پیر یا بزرگ کے نام کے نعرے لگاتے ہیں۔ یعنی اللہ رب العزت کی ذات گرامی کو چھوڑ کر ان سے مدد طلب کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار نہیں۔

انبیاء علیھم السلام کس کو پکارتے تھے؟

انسانیت کی تاریخ میں سب سے عظیم المرتبت لوگ انبیاء کرام علیھم السلام ہیں۔ انبیاء علیھم السلام ہوں یا اولیاء اللہ ہوں یا علماء ہوں سب کے سب براہ راست اللہ سے مانگتے اور اللہ ہی ہو پکارا کرتے تھے۔ قرآن مجید فرقان حمید میں انبیاء کرام علیھم السلام کی دعائیں موجود ہیں۔ کسی ایک نے بھی غیر اللہ کو نہیں پکارا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب کو اس انداز میں پکارا:

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَاۖ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ(سورۃ الاعراف۔۲۳)

ان دونوں نے کہااے رب! ہمارے ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا،اوراگر تو ہمیں نہ بخشے گااور ہم پر رحم نہ کرے گا تو ہم ضرور تباہ ہو جائیں گے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اس انداز میں رب کو پکارا:

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ(سورۃ المؤمنون۔۳۹)

کہا! اے میرے رب میری مدد کر کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے۔

اللہ کے نیک بندے جنہیں قرآن نے ''اصحاب کہف''موسوم فرمایاہے۔انہوں نے اس انداز میں اپنے رب کو پکارا۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا(سورۃ الکھف۔۱۰)

کہااے ہمارے رب ہم پر اپنی طرف سے رحمت نازل فرمااور ہمارے اس کام کے لیے کامیابی کا سامان کردے۔

اسی بات کو پیر نصیر الدین شاہ صاحبؒ نے اپنے اشعار میں سمجھایا ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ :

انبیا،اولیا،اہل بیت نبی،تابعین و صحابہ پہ جب آبنی

گر کے سجدے میں سب نے یہی عرض کی،تو نہیں ہے تو مشکل کشا کون ہے۔

اسی طرح قرآن کریم میں دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی دعائیں مذکور ہیں۔اگران دعاؤں پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام ہوں،اولیاءاللہ ہوں یہ جب بھی دعا مانگتے تو براہ راست اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

ہمیں بھی اسی راستے پر چل کر صرف اللہ ہی کو مشکل کشااور حاجت روامانناچاہیے اور ہمیشہ اللہ ہی کو پکارناچاہیے۔دعاہے اللہ رب العزت ہم سب کو شرک جیسے موذی اور خطرناک مرض سے محفوظ فرماکر عقیدہ توحید پر قائم ودائم فرمائے۔آمین ثم آمین



سود کی حرمت

بنت محمد شکیل

سود ایک ایسی برائی ہے جو ہمارے معاشرے میں ناسور کی طرح پھیلتی جا رہی ہے اور دنیا کمانے کی غرض میں تقریباً ہر بندہ اس کو اچھا سمجھ رہا ہے اور کوئی بھی اس کو برا نہیں سمجھتا حالانکہ قرآن مجید واضح طور پر سود کی حرمت کے بارے میں اللہ تبارک و تعالی کا حکم موجود ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا (سورۃ البقرۃ آیت 275)

اور اللہ نے حلال کیا بیع اور حرام کیا سُود۔

آج پوری دنیا میں سود عام ہے۔ آج پوری دنیا سودی نظام میں جکڑی ہے۔ افراد تو افراد قوموں اور ملکوں کے ہاتھ بھی سود کی زنجیروں میں باندھ دیئے گئے ہیں۔ یورپ کے بنیوں نے سودی کاروبار کے لیے ایسے پرکشش نام رکھ لیے ہیں کہ مسلمان بھی دھوکہ کھا رہے ہیں اور کئی مسلمان یہ کہنے لگے ہیں کہ کوئی ملک سود کے بغیر نہیں چل سکتا۔ علی الاعلان سود کو تجارت اور معیشت کے لیے ریڑھ کی ہڈی کہا جا رہا ہے۔ عام مسلمانوں کو تو چھوڑیے نمازیوں اور ذکر کرنے والوں کا یہ حال ہے کہ وہ سودی کاروبار میں کوئی عام محسوس نہیں کرتے۔

چلے بھی لگ رہے ہیں۔۔۔ ذکر بھی ہو رہا ہے۔۔۔ نفلی نمازیں بھی پڑھی جا رہی ہیں۔۔۔ حج و عمرہ بھی کیے جا رہے ہیں۔۔۔ مسجد و مدرسے بھی بنائے جا رہے ہیں۔۔۔ اور ساتھ ساتھ ہی سودی کاروبار بھی ہو رہا ہے۔ یہ تو نظر آ رہا ہے کہ مسلمان مسجد میں جا رہا ہے اور ہندو مندر کا رخ کر رہا ہے

لیکن دکان اور کاروبار پر نظر ڈالیں تو دونوں میں کوئی فرق نہیں دکھائی دیتا۔ مسلمان نے سود کے بارے میں کتاب وسنت کی سخت وعیدوں کو بھلا دیا ہے۔ سورۃ البقرۃ میں ارشاد باری ہے:

اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ (سورۃ البقرۃ آیت 275)

وہ جو سُود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط بنا دیا ہو۔

یعنی سود خور قیامت کے دن ایسے کھڑا ہو گا جیسے آسیب زدہ خبط کھڑا ہوتا ہے۔ اور اس کی پاگلوں جیسی حرکتوں ہر کوئی پہچان لے گا کہ یہ آدمی سود خور ہے۔ اگر آپ دنیا میں بھی دیکھیں تو وہ سود خور آدمی نہ بیوی کی فکر کرتا ہے نہ والدین کی فکر کرتا ہے، نہ اولاد کی فکر کرتا ہے۔ بس وہ سود کے لیے جیتا اور مرتا ہے۔ وہ بھی کوئی سود خور ہی ہو گا جس سے کسی نے سوال کیا تھا کہ بھائی کہاں جانا پسند کرو گے جنت میں یا پھر دوزخ میں؟ تو اس نے جواب دیا کہ جہاں دو پیسے کا فائدہ ہو گا ہم تو وہیں جانا پسند کریں گے۔ سود خوروں کے لیے اعلان جنگ کیا گیا ہے۔ سورۃ البقرۃ کی آیت 279 میں ارشاد ہے:

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (سورۃ البقرۃ آیت 279)

پھر اگر تم (اس پر عمل) نہ کرو گے تو اشتہار سن لو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے۔

آج ہم اس آیت کو سامنے رکھ کر سوچیں کہ جس کے ساتھ اللہ جنگ کرنے کا اعلان کرے کیا وہ انسان دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ آج ہم اپنی سودی قرضوں کی وجہ سے آئی ایم ایف کے غلام بن چکے ہیں وہ ہم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ بجلی کی قیمت بڑھادو۔۔۔ ہم بڑھا دیتے ہیں۔۔۔ وہ کہتے ہیں کھانے پینے کی چیزوں پر ٹیکس لگا دو۔۔۔ ہم لگا دیتے ہیں۔۔۔ غرضیکہ ہم بلا چوں چراں کیے ان کا ہر حکم مانتے ہیں۔ آخر کیوں نہ مانیں؟ ہماری گردنیں ان کے قرضوں کے بوجھ تلے دبی ہوئی ہیں۔ افسوس ہے کہ ہماری مسلمانی پر کہ ہم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کو نظر انداز کر دیا جس کی وجہ سے ہم یہودیوں کی غلامی اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔

کیا ہم سب مسلمان یہ بات نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"سود لینے والے پر، سود دینے والے پر، سود کا حساب لکھنے والے پر اور سود کی شہادت دینے والے پر لعنت فرمائی ہے"۔ (صحیح مسلم، باب لعن آکل الربا۔۔۔، ج:3، ص:1219، دار احیاء التراث)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"سود کے وبال تہتر (73) قسم کے ہیں۔ سب سے ادنیٰ قسم ایسی ہے کہ جیسے کوئی اپنی ماں سے بدکاری کرے"۔ (246/1، باب الربوا، ط: قدیمی)

آپ ﷺ نے فرمایا کہ :

"جس قوم میں سود پھیل جائے وہ یقیناً قحط سالی میں مبتلا ہو جاتی ہے اور جس قوم میں رشوت پھیل جائے وہ مرعوبیت میں گرفتار ہو جاتی ہے"۔(مسند احمد، جلد 7، حدیث:948)

میرے عزیز مسلمانوں! آج وہی سب ہو رہا ہے جو آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔ سود کے عام ہونے کی وجہ سے غربت، قحط اور مہنگائی اپنے عروج پر ہے، ہر شخص پریشان ہے اور رشوت عام ہونے کی وجہ سے مرعوبیت کا شکار ہیں۔ کیا کوئی مسلمان اپنی ماں سے زنا کا تصور بھی کر سکتا ہے؟ لیکن وہ کام جو اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے سے بھی بدترے وہ دن رات کیے جا رہے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ خود مسلمان اس کو جائز ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔ ایک اور حدیث جس کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ :

"ایک سودی درہم کھانا اللہ کے نزدیک چھتیس (36) زنا سے زیادہ سخت ہے"۔(دار قطنی، مسند احمد)

خدانہ کرے کہیں مسلمان کل کو یہ کہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں شراب حرام تھی کیونکہ اس کے بنانے میں حفظان صحت کے اصول ملحوظ نہیں رکھے جاتے لیکن دور حاضر کی شراب حلال ہے کیونکہ اسے مشینوں کے ذریعہ بنایا جاتا ہے۔۔۔ اسی طرح کوئی شخص یہ کہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں جوا حرام تھا لیکن آج کل کا لاٹری جوا حرام نہیں ہے۔۔۔ اسی طرح حضور ﷺ کے زمانے میں ناچ گانا حرام تھا مگر دور جدید کا ناچ گانا حرام نہیں۔ ارے جو آپ ﷺ کے زمانے میں حرام تھا وہ آج بھی حرام ہے۔

لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ (سورۃ یونس آیت 109)

اللہ کی باتیں بدلتی نہیں

اللہ کے احکام بچوں کا کھیل نہیں وہ تو غیر متبدل ہیں۔ سب کچھ تبدیل ہو سکتا ہے مگر اللہ کے احکام نہیں۔ اصل بات تو یہ ہے جو شاعر نے اپنے اس شعر میں کہی:

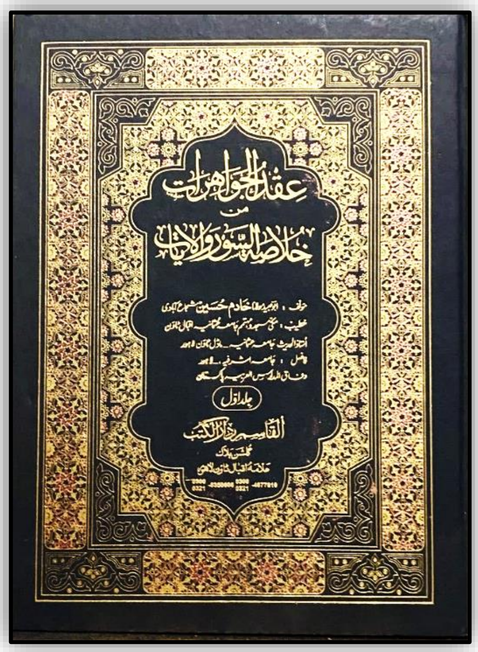
ہوئے کس قدر بے توفیق فقہان حرم
خود بدلتے نہیں قرآن بدل دیتے ہیں

اللہ اس پر فتن دور میں ہمیں فتنوں سے محفوظ رکھے اور ساتھ ہی حسد، بغض اور سودی قرضوں سے ہماری حفاظت فرمائے۔ **اللّٰھم احفظنا منه۔**



عقد الجواہرات من خلاصۃ السور والایات

تعارف از قلم مدیر



اللہ رب العزت نے دنیا ومافیہا کی رہنمائی کے لیے روز اول سے سلسلہ نبوت جاری کیا جس کی آخری کڑی ہمارے نبی ﷺ ہیں جنہیں ایک عظیم الشان کتاب عطا فرمائی گئی۔ جسے ہم قرآن مجید فرقان حمید کے نام سے پڑھتے اور پڑھاتے ہیں اور اس کتاب کو سمجھنے سمجھانے کے لیے اس کی بیسیوں تفاسیر منظر عام پر آچکی ہیں اور یہ سلسلہ ابھی جاری وساری ہے۔ مختلف ادوار میں مختلف فکری، علمی اور تحقیقی صلاحیتوں کے حامل لوگوں نے اپنی اپنی کوششیں قرآن کریم کی شرح وتوضیح کے میدان میں صرف کی ہیں۔ لیکن قریباً ہر ایک نے اپنی کم مائیگی کا اعتراف کیا اور کہا کہ وہ اس بحر ذخار سے چند موتی ہی نکال سکا ہے۔ قرآن مجید کے معجزاتی پہلوؤں میں ایک پہلو یہ ہے کہ ہر دور کی ضروریات اور تقاضوں کے مطابق مختلف اسالیب اور پیرایوں میں اس کی تفاسیر، ترجمہ، معانی، تفہیم، وتسہیل کا اور تدریس وتعلیم کے لیے علوم آلیہ وغیرہ کی مدد سے اس پر نصاب سازی کا کام ہوتا رہا ہے۔ اور یہ مبارک سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ خوش بخت اور عالی قدر ہیں وہ نفوس جنہیں اس خدمتِ عالیہ میں حظ اٹھانے کا موقع ملا۔ زیرِ تبصرہ کتاب ''عقد الجواہرات من خلاصتہ السور والایات'' استاد محترم حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا علمی شاہکار ہے۔ ''عقد الجواہرات من خلاصتہ السور والایات'' قرآن مجید وفرقان حمید کی دور جدید کے مطابق تفسیر ہے۔ آج کل لوگ عدیم الفرصت ہو گئے ہیں اور مطالعہ

کتب کاذوق بھی کافی کمزور پڑ گیا ہے اس لیے یہ ناممکن بات ہے کہ وہ آٹھ یا دس جلدوں پر مشتمل تفسیروں کا مطالعہ کریں اس لیے اسے نہایت اختصار کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔اس کا اسلوب عام فہم ہے اور اس کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اگر ایک شخص روز صرف ایک گھنٹہ اس کا مطالعہ کرے تو دو ماہ میں پوری کتاب پڑھی جاسکتی ہے۔

یہ تفسیر علماء، طلباء، پروفیسرز و خطباء حضرات کے لیے یکساں مفید ہے۔عالم اس کو پڑھ کر درس دے سکتا ہے۔طالب علم اس کو پڑھ کر علمی پیاس بجھا سکتا ہے۔پروفیسر اس کو پڑھ کر اپنی کلاس کے طلباء کو قرآن کی تعلیم احسن طریقے سے سمجھا سکتا ہے اور خطیب اس کتاب سے فائدہ حاصل کر کے عوام الناس کو بخوبی سمجھا سکتا ہے۔

حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ماشاءاللہ کتاب جامع مانع ہے اور پُر مغز ہے،اور ہر طالب علم کے لیے گنجینہ علم و عرفان ہے۔"

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ المدنی صاحب رحمہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی)فرماتے ہیں:

"عقد الجواہرات من خلاصتہ السور والایات" کے چیدہ چیدہ مقامات کے مطالعہ سے آنکھیں منور ہوئیں اور دل و دماغ معطر ہوئے،ماشاءاللہ لا قوۃ الا باللہ،رب العالمین نے جل جلالہ نے حضرت مولانا موصوف دامت برکاتہم کو قرآنی علوم و معارف سے حظِ وافر نصیب فرمایا ہے۔"

اس عظیم شاہکار پر ملک پاکستان کے عظیم علماء نے اپنے اپنے تاثرات لکھ کر یہ پیغام دیا ہے کہ یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے۔کتاب عمدہ کاغذ، خوبصورت ڈیزائن و بہترین کوالٹی کے ساتھ شائع کی گئی ہے۔